



Regd. # MC-1177

مقبول بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، کاتب وحی، حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
کے فضائل و مناقب پر مبنی رسالہ

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

الزقادات
مجلس عظیم پاکستان حضرت امام ابو الفضل
محمد سرور احمد قادری لائل پوری
رضی اللہ عنہ
(متوفی 1386ھ)

تحقیق و تخریج
محمد طارق رضا عنہ

ترتیب و تدوین
قمر القادری

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰ Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net

مقبول بارگاہ رسول، کاتب وحی، حضرت سیدنا امیر معاویہ کے
فضائل و مناقب پر مبنی رسالہ

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

افادات

محدث اعظم پاکستان
حضرت علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد قادری لائل پوری
(متوفی: ۱۳۸۶ھ، رحمۃ اللہ علیہ)

ترتیب و تدوین

قمر قادری

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان، تخریج

محمد طارق رضا عفی عنہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

جملہ حقوق بحق محقق و مخرج محفوظ ہیں۔

نام کتاب : سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

از افادات : محدث اعظم پاکستان محمد سردار احمد قادری لائل پوری

ترتیب و تدوین : قمر القادری

ترجمہ، تحقیق، تخریج : محمد طارق رضا عفی عنہ

کمپوزنگ : محمد حمزہ عرفان

صفحات : ۸۸

تعداد اشاعت : ۵۵۰۰

اشاعت نمبر : ۳۰۹

اشاعت اول :

اشاعت دوم : ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ / جنوری ۲۰۲۰ء

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنت

نور مسجد کاغذی بازار، بیٹھادر، کراچی

فون: ۰۲۱-۳۲۴۳۹۷۹۹

خوشخبری: یہ رسالہ www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

فہرست مضامین

صفحہ	عنوانات
۸	پیش لفظ
۱۱	اہدا
۱۲	انتساب
۱۳	حقیقت حال
۱۶	حالات محدث اعظم پاکستان
۲۲	تعارف رسالہ از مرتب اول
۲۵	آغاز رسالہ
۲۹	پہلا مقدمہ
۲۹	سارے صحابہ کرام ہدایت کے روشن ستارے ہیں
۳۱	دوسرا مقدمہ
۳۱	صحابہ کرام کا ذکر خیر ہی سے کیا جائے
۳۱	شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کا فرمان
۳۲	صحابہ کرام کی طرف فتنچ امور کا انتساب ممنوع ہے
۳۳	کسی بھی صحابی کو برا کہنا ممنوع ہے
۳۴	تیسرا مقدمہ
۳۴	تاریخی بے سروپا روایات نامقبول ہیں
۳۴	صحابہ کرام معصوم نہیں تھے مگر۔۔۔!
۳۵	صحابی کے متعلق قابل اعتراض بات کی تاویل واجب ہے

۳۵	صحابہ کرام کے متعلق تاریخی روایات مردود ہیں
۳۶	صحابہ کے متعلق اکثر تاریخی روایات جھوٹی ہیں
۳۶	تاریخی روایات جو صحیح ہیں انکی تاویل واجب ہے
۳۷	امام احمد رضا خان قدس سرہ کا فرمان
۴۲	خلاصہ کلام
۴۲	چوتھا مقدمہ
۴۲	صحابہ کرام کی پوری جماعت عادل ہے
۴۲	اصحاب جمل و صفین عادل تھے
۴۲	مولیٰ علی حق پر تھے
۴۳	صحابہ پر طعن نہ کرنا واجب ہے
۴۳	صحابہ کا اختلاف عناد پر مبنی نہیں تھا
۴۴	تمام صحابہ خیر کے متلاشی تھے
۴۴	صحابہ کی جنگوں کو درست محمل پر محمول کریں گے
۴۵	صحابہ کرام کا اختلاف فروعی تھا، اصولی نہ تھا
۴۶	صحابہ کرام کا اختلاف فقہی اختلاف کی مثل تھا
۴۶	مولیٰ علی ہی خلیفہ وقت تھے
۴۷	صحابہ کرام اپنے عمل میں معذور تھے
	صحابہ کا اختلاف، خطاء اجتہادی پر مبنی تھا
۴۸	صحابہ کرام کی عدالت پر اجماع ہے
۴۸	صحابہ کی جنگیں دنیاوی اغراض سے پاک تھیں
۴۹	سیدنا معاویہ و دیگر اصحاب کی خطاء، عنادی نہ تھی

۵۱	پانچواں مقدمہ
۵۱	مجتہد کو بہر صورت نیکی ملتی ہے
۵۱	فریقین کے پاس تاویل صحیح تھی
۵۲	مسائل اجتہادیہ میں مجتہد حق پر ہوتا ہے
۵۲	مجتہد کبھی مصیب، کبھی محظی ہوتا ہے
۵۲	مجتہد صواب ہی کا مکلف نہیں
۵۳	مجتہد مصیب کو دوہرا اجر ملتا ہے
۵۴	جنگوں کے سبب صحابہ کرام پر طعن جائز نہیں
۵۴	جنگوں میں معصیت و دنیا کا قصد نہیں تھا
۵۷	مجتہد محظی کی تفصیل و تقسیم جائز نہیں
۵۸	سیدنا امیر معاویہ فاسق نہیں تھے
۵۸	خلاصہ کلام
۵۹	چھٹا مقدمہ
۵۹	مجتہد لائق عتاب ہے مگر ---!
۵۹	مجتہد پر حتی الوسع اجتہاد میں کوشش لازم ہے
۶۰	مولیٰ علی کے پاس علم خفی تھا
۶۱	صحابہ کرام پر معاملات مشتبہ ہو گئے
۶۱	خلاصہ کلام
۶۲	ساتواں مقدمہ
۶۲	جمہور اہل سنت کا اجتہادی غلطی پر اجر و ثواب پر اتفاق

۶۲	اختلاف کے وقت صحابہ کے تین گروہ تھے
۶۲	تینوں جماعتوں میں سے مولیٰ علیٰ حق پر تھے
۶۳	اہل حق کاتینوں جماعتوں کے حق ہونے پر اجماع
۶۳	ایک حدیث اور اسکی تشریح
۶۵	صحابہ کرام کی جماعتیں حدیث کی وعید میں شامل نہیں
۶۶	خلاصہ کلام
۶۷	آٹھواں مقدمہ
۶۷	دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو امیر معاویہ کے اجتہاد پر کامل یقین تھا
۶۷	حصول ظن سے عمل واجب ہو جاتا ہے
۶۷	مجتہد صواب ہی کا مکلف نہیں
۶۸	مجتہد پر اپنے ہی اجتہاد پر عمل کرنا لازم ہے
۷۰	مجتہد کی تقلید صرف اسکے مقلد پر لازم ہے
۷۰	خلاصہ کلام
۷۱	امیر معاویہ کے عدم رجوع پر اعتراض کرنا قلت تدبر ہے
۷۲	نواں مقدمہ
۷۲	جنگوں کو بہتر محال پر محمول کیا جائے
۷۳	سلف کے باہمی انکار کو طعن کی دلیل بنانا درست نہیں
۷۳	سیدنا ابوذر غفاری کی طرف جاہلیت کی نسبت ممنوع ہے
۷۴	حضرت آدم علیہ السلام کو عاصی کہنا کفر ہے
۷۴	حضرت خضر علیہ السلام کانچے کو قتل کرنا

۷۴	خلاصہ کلام
۷۵	سیدنا امیر معاویہ اجر کے مستحق ہیں
۷۷	دسواں مقدمہ
۷۷	خلافت راشدہ ترتیب معہود کے مطابق ہے
۷۷	خلیفہ قریش ہی سے ہوگا
۷۷	سیدنا ابو بکر کی موجودگی میں کسی نے خلیفہ بننے کی جرات نہ کی
۷۷	سیدنا ابو بکر کے ہاتھ پر تمام اصحاب نے بیعت کی
۷۸	سیدنا فاروق اعظم نے امر خلافت شوری پر چھوڑا
۷۸	سیدنا عثمان کی خلافت پر اجماع و اتفاق
۷۹	سیدنا علی کی بحیثیت خلیفہ تقرری
۷۹	سیدنا معاویہ نے امر خلافت میں نزاع نہیں کیا
۸۰	ماخذ و مراجع

پیش لفظ

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اہل خیر وصلاح اور عادل ہیں۔ اُن کا جب بھی ذکر کیا جائے تو خیر ہی کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔ کسی صحابی کے ساتھ سوء عقیدت بد مذہبی و گمراہی و استحقاقِ جہنم ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے آپس میں جو واقعات رونما ہوئے اُن میں پڑنا، بحث و مباحثہ کرنا سخت حرام ہے۔ افسوس! فی زمانہ بعض لوگ سیرت و تاریخ کی غیر مستند و مردود روایات کو بنیاد بنا کر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی پاکیزہ ہستیاں بالخصوص آپ ﷺ کے پیارے صحابی، کاتبِ وحی، حضرت سیدنا امیر معاویہ اور حضرت سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں بد گوئی اور بدزبانی کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں ساڑھے چودہ سو سال پہلے ہی نبی کریم ﷺ اکاہ فرما چکے تھے۔

چنانچہ امام طبرانی اپنی کتاب ”معجم الاوسط“ میں حضرت سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ سے حدیث روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «يَكُونُ لِأَصْحَابِي بَعْدِي زَلَّةٌ، يَغْفِرُهَا اللَّهُ لَهُمْ بِصُحْبَتِهِمْ، وَسَيَتَأْسَى بِهِمْ قَوْمٌ بَعْدَهُمْ، يَكْتُبُهُمُ اللَّهُ عَلَىٰ مَنَاجِرِهِمْ فِي النَّارِ»

(المعجم الاوسط، من اسمہ بکر، ۲/۲۶۱، رقم: ۳۲۱۹)

یعنی، میرے بعد میرے اصحاب سے لغزش ہوگی جسے اللہ عز و جل میری صحبت کے سبب معاف فرمائے گا پھر اُن کے بعد کچھ لوگ آئیں گے کہ انہیں اللہ تعالیٰ منہ کے بل جہنم میں اوندھا کرے گا۔

اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی لغزشوں اور خطاؤں پر گرفت کر کے لوگوں کے قلوب و اذہان سے ان کی عقیدت کو نکالنے کی کوشش کریں گے۔ اسی لئے علامہ شہاب الدین خفاجی ”نسیم الریاض شرح شفاء“ میں حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پر طعن و تشنیع کرنے والوں کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

ومن یکن یطعن فی معاویة فذالک کلب من کلاب الهاویة (نسیم
الریاض، القسم الثانی فیما یجب علی الأنام الخ، الباب الثالث فی تعظیم أمره، فصل ومن توقیرہ ۴/
(۵۲۵)

یعنی، جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں میں
سے ایک کتا ہے۔

اسی لئے اہل سنت و جماعت کا صحابہ کرام علیہم الرضوان کی بابت یہی عقیدہ ہے کہ
صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے ہر صحابی کا ذکر، خیر کے ساتھ ہی کیا جائے، اُن کے
فضائل و کمالات اور عمدہ صفات ہی کو بیان کیا جائے، اُن کی شان میں بے ادبی اور زبان
طعن دراز سے احتراز کیا جائے۔

چنانچہ صدر الافاضل، حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ
تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: مسلمان کو چاہیے کہ صحابہ کرام کا نہایت ادب رکھے اور دل میں
اُن کی عقیدت و محبت کو جگہ دے۔ اُن کی محبت حضور کی محبت ہے اور جو بد نصیب صحابہ
کی شان میں بے ادبی کے ساتھ زبان کھولے وہ دشمن خدا اور رسول ہے۔ مسلمان ایسے
شخص کے پاس نہ بیٹھے۔

اور علامہ سید شاہ محمد غلام غوث قادری شطاری حیدر آبادی علیہ الرحمۃ ”شرح
امور عشرین“ میں لکھتے ہیں: کسی شخص کی نسبت یہ خیال کر لینا کہ اُس نے یہ فلاں کام
عمد کیا اور قصد مخالف خدا اور رسول بنا۔ بغیر کسی قوی دلیل ظاہر کے ناجائز اور داخل سوء
الظن۔ جس کی نسبت قرآن وحدیث میں تاکید وارد ﴿إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ أَثْمٌ﴾
[پ: ۲۶، الحجرات، آیت ۱۲] اور حدیث «إِيَّاكُمْ وَمَنْوَاءُ الظَّنِّ» «إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ مِنْ
الْأَحَادِيثِ الْمَتَكَاثِرَةِ الْمَتَوَاتِرَةِ» (صحیح البخاری: کتاب النکاح، باب لا یخطب علی خطبة

پھر اُن صحابہ کرام کی طرف محض خیال و وہم ناپاک نسبت کرنا کہ انہوں نے عمداً دیدہ و دانستہ خلافِ حق اختیار کیا اور اس بنا پر اُن کی طرف نسبتِ فسق یا اور کوئی طعن کرنا، غضبِ الہی کا مورد بننا ہے اور دائرۃ اہل سنت سے خارج ہو جانا ہے۔ اُن کی صحبت تو حضور سید العالمین، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے یقینی ہے کہ کسی طرح محلِ کلام ہی نہیں ہو سکتی اور وہ مقتضی اُن کی تعظیم و احترام کے ہوئی۔ پھر اُس کے مقابل میں جب تک اُسی پایہ کا یقین نہ ہو، صرف کسی احتمال سے یا روایاتِ آحاد مظنونہ سے وہ یقین کیوں کر زائل ہو سکتا ہے۔ پیارے مسلمانو! یہ بلا عوام اہل سنت میں بوجہ قرابت و مودت و مجالستِ اہل تشیع پھیلی ہے۔ جھوٹی، بے اعتبار، بے سند تاریخیں جن میں بے سند رطب و یابس سب کچھ مخلوط ہے، وہ آور اُس کی مؤید بن گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے آمین۔ (شرح امور عشرین امتیاز عقائد شنیین، تحت امر پنجم، ص: ۴۳۸، محقق: خرم محمود سرساولی، مطبوعہ: جمعیت اشاعت اہل سنت)

اس عقیدے کی حساسیت کی پیش نظر علماء و محققین نے کئی ایک کُتب و رسائل اسی موضوع پر تصنیف و تالیف فرمائے ہیں۔ زیرِ نظر رسالہ ”حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ بھی اسی موضوع پر ایک مختصر مگر جامع رسالہ ہے جو محدثِ اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد خان قادری کے افادات پر مشتمل ہے جسے مولانا محمد طارق رضا عفی عنہ نے عربی و فارسی عبارات کے تراجم و تخریج سے آراستہ کر کے ادارہ کو دیا اور اورہ جمعیت اشاعت اہل سنت اپنی اشاعت کے ۹۰۰ سہ شائع کرنے کا اہتمام کر رہا ہے۔ اللہ کریم موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

فقیر قادری محمد عرفان رضوی ضیائی غفرلہ

الاحدء

بمضور

جر نیل اسلام، کاتبِ وحی،
خال المسلمین، فاتح قبرص، امیر المؤمنین،
خلیفۃ المسلمین، صحابی رسول، حضرت سیدنا امیر معاویہ بن ابی سفیان
رضی اللہ عنہم جنہوں نے یہودیت و عیسائیت کو چاروں خانے نچت کر دیا
اور اسلام کا پیغام چار دانگ عالم میں پھیلا دیا۔

جمعیۃ اشاہدہ اہلسنت پاکستان

انتساب

صحابہ و اہل بیت کے ہر سچے خادم کے نام
جس نے اپنی زندگی کا مقصد ناموس صحابہ و اہل بیت کی حفاظت کو بنالیا
اور ان اکابرین کے نام

جنہوں عقیدہ اہل سنت کو ہر محاذ پر روز روشن کی طرح واضح کر دیا
بالخصوص

امام اہل سنت، مجدد دین و ملت
حضرت امام احمد رضا خان حنفی قادری برکاتی ماتریدی قدس سرہ العزیز
اور ان کی فکر کے سچے وارث

محرث اعظم پاکستان،
علامہ ابوالفضل الحاج محمد سرور احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ
اور

ولی کامل، پیر طریقت،
حضرت علامہ مولانا ابوبلال، محمد الیاس عطار قادری اطلال اللہ عمرہ
اور

اپنے والدین کے نام سے معنون کرتا ہوں۔

سوئے دریا تحفہ آوردم صدف

گر قبول افتد زہے عز و شرف

محافظ ناموس صحابہ و اہل بیت

محمد طارق رضا عفی عنہ

حقیقتِ حال

نبی کریم ﷺ کے تمام اصحاب بلا استثنا عادل ہیں۔ یہ جماعت واحد ایسی جماعت ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے رضی اللہ عنہم ورضو اعنہ کا مژدہ جاں فزاں سنایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے سب کے لئے حسنی کا وعدہ فرمایا ہے۔ ان تمام فضیلتوں سے کوئی صحابی مستثنیٰ نہیں۔

ان جمیع اصحاب میں سے حضور ﷺ کے جلیل القدر صحابی، کاتبِ وحی، خال المسلمین، سیدنا امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ بھی ہیں جنہوں نے دینِ متین کی خدمت کو اپنے شب و روز کا مشغلہ بنایا، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ پر اعتماد کیا، سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے آپ کو برقرار رکھا، اور آپ نے بحسن و خوبی تمام امور کو سرانجام دیا۔

حضور ﷺ کی تعظیم و توقیر میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کے جمیع اصحاب کا ادب و احترام کیا جائے اور ان کا ذکر ہمیشہ خیر ہی سے کیا جائے اور کسی صحابی رسول کے متعلق سوئے ظن یا بے ادبی کا معاملہ نہ رکھا جائے اور مشاجرات صحابہ کرام علیہم الرضوان میں ہمیشہ کفِ لسان کیا جائے اور ان کے ان معاملات کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے، یہی عقیدہ و منہجِ اہل سنت ہے۔

کسی بھی صحابی رسول کی بے ادبی کرنا گناہ اور قلبِ مصطفیٰ ﷺ کو تکلیف پہنچانے کے مترادف ہے، بالخصوص سیدنا امیر معاویہ، سیدنا عمرو بن العاص، سیدنا ابو موسیٰ اشعری، سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ سوئے ظن رکھنا محرومی کا باعث ہے۔

مگر بعض نادان غلط فہمیوں کی بنیاد پر مذکورہ اجلہ اصحاب رسول کو اپنے طعن کا نشانہ بناتے ہیں جو قطعاً اہل سنت کا منہج نہیں ہے بلکہ صحابہ پر طعن کرنا شیعہ روافض کا شیوہ ہے، اہل سنت اس ناپاک عمل سے بالکل پاک ہیں۔

کچھ عرصہ سے بعض دوست نمادِ دشمن اسی کارِ شر میں مبتلا ہیں اور مذکورہ اجلہ اصحاب رسول پر طعن کو اپنا مشغلہ بنائے ہوئے ہیں بالخصوص سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو طعن کا نشانہ بناتے ہیں اور طرفہ تماشہ یہ ہے کہ اپنی اس بے ادبی کو منہجِ اہل سنت

سے تعبیر کرتے ہیں اور اسے اسلاف سے منسوب کرتے ہیں حالاں کہ ہمارے اسلاف کا اس سلسلہ میں وہی نظریہ ہے جو اوپر بیان ہو چکا؛ لہذا یہ طریق اور انداز قطعاً اہل سنت کا برین کا نہیں ہے۔

ایسے حالات میں اکابرین اہل سنت کے منہج اور ان کے عقیدے و نظریے کی وضاحت کرنا اور ان کی کتب و رسائل کو منظر عام پر لانا آڑ حد ضروری تھا تا کہ عوام اہل سنت کے عقیدہ کا تحفظ کیا جاسکے اور انہیں یہ باور کرایا جاسکے کہ ہمارے اکابرین بلا استثناء تمام اصحاب رسول کا ادب و احترام کرنے والے تھے، اور یہ جو بعض نادان، دوست نما دشمن جس بے ادبی کو اسلاف سے منسوب کرتے ہیں اُس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اُن کا عقیدہ و نظریہ اُن کی کتب و رسائل سے واضح ہے۔

اسی ضرورت کے پیش نظر استاد محترم، شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد حسن رضاعطاری مدظلہ العالی نے مجھے ناچیز کو حکم فرمایا کہ اس عنوان پر محدث اعظم پاکستان، ابو الفضل، مولانا محمد سردار احمد قادری علیہ الرحمہ کے افادات پر مشتمل رسالہ بنام ”سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ“ بہت مفید ہے اور اس کو جدید تقاضوں کے مطابق، ترجمہ اور تحقیق و تخریج کے ساتھ منظر عام پر لانا چاہئے تا کہ عوام اہل سنت ہر قسم کی گمراہی سے بچ سکیں اور اُسی عقیدہ پر گامزن ہوں جو سلفاً خلفاً اسلاف سے منقول ہے۔

معاملے کی حساسیت کو بھانپتے ہوئے راقم الحروف نے اُسی وقت کام کا عزم مصمم کر لیا اور استاد محترم دام ظلہ نے رسالہ بصورتِ پی ڈی ایف ارسال فرمادیا اور راقم الحروف نے اس رسالہ کو جدید طرز پر پیش کرنے کی کوششیں شروع کر دی۔ میرے شاگرد محمد حمزہ عرفان اطال اللہ عمرہ نے اس رسالے کی کمپوزنگ کی، ہمارے انتہائی عزیز دوست مولانا ربیعان قادری صاحب زید شرفہ (انڈیا) نے بعض حوالہ جات اور ضروری کتب پی ڈی ایف میں فراہم کیں اور پیرائے دوست ابو ثوبان مولانا محمد کاشف مشتاق صاحب زید شرفہ نے وقتاً فوقتاً مفید مشورے دئے اور ضروری امور میں معاونت فرمائی اور یوں الحمد للہ علی احسانہ کامل ایک ماہ کی محنت کے بعد یہ رسالہ تحقیق و تخریج اور جدید تقاضوں کے مطابق منظر عام پر آنے کے لئے تیار ہو چکا ہے۔

احادیث مبارکہ اور یوں ہی دیگر عربی و فارسی عبارات کی تخریج کی ہے۔ تمام عربی و فارسی عبارات کا با محاورہ ترجمہ لکھ دیا ہے۔ فارسی عبارات کے ترجمہ میں حضرت علامہ پروفیسر اعجاز جنجوعہ دام ظلہ سے مدد لی گئی ہے، ان کے ترجمہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے بطور رمز جنجوعہ کا انتخاب کیا ہے۔ محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ نے جن چند عبارات کا ترجمہ کیا ہے ان کی طرف اشارہ کرنے کے لئے بطور رمز لفظ محدث کا لکھا ہے۔ جہاں کسی بھی عبارت کے آخر میں کوئی رمز یا اشارہ موجود نہ ہو اس کا مطلب ہوگا کہ یہ ترجمہ راقم الحروف کا ہے۔

آخر میں تمام احباب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے میرے ساتھ اس رسالہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں خوب تعاون کیا بالخصوص شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی کا جنہوں ماہ نامہ بقیع جمعیت اشاعت اہل سنت کے سلسلہ اشاعت کے لئے اسے منتخب فرمایا۔

یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں ایک ادنیٰ اور کم علم طالب علم ہوں اور مجھے قطعاً اپنی ذات میں دعویٰ کمال نہیں، بلکہ مجھے اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا اعتراف ہے، میں نے یہ کام صرف اور صرف دین متین کی خدمت کے جذبہ سے سرشار ہو کر کیا ہے؛ لہذا اگر کوئی بھی صاحب علم اس رسالہ میں کسی قسم کی غلطی پائے تو ضرور مطلع فرمائے۔ مشکور و ممنون پائیں گے۔

محمد طارق رضا عفی عنہ

جمعیت اشاعت اہل سنت پاکستان

سوانح حیات

حالاتِ محدثِ اعظم پاکستان

از: شرف ملت علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ

نام و نسب:

آپ کا مکمل نام شیخ الحدیث والتفسیر، جامع شریعت و طریقت، حضرت مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد بن چوہدری میراں بخش ہے۔

پیدائش:

آپ ۱۳۲۲ ہجری بمطابق ۱۹۰۴ عیسوی میں موضع دیال گڑھ ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم:

آپ نے ابتدائی تعلیم قصبہ دیال گڑھ میں حاصل کی۔ ۱۳۴۳ھ بمطابق ۱۹۲۴ء میں اسلامیہ ہائی سکول بنالہ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور اس کے بعد ایف اے کی تیاری کے لئے لاہور تشریف لائے۔
دینی تعلیم کی طرف رجحان:

انہی دنوں مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور کے زیر اہتمام مسجد وزیر خاں میں عظیم الشان اجلاس ہوا جس میں پاک و ہند کے کثیر التعداد علماء و مشائخ کے علاوہ شہزادہ اعلیٰ حضرت، حجتہ الاسلام، مولانا حامد رضا خاں بریلوی بھی شریک ہوئے۔ حضرت شیخ الحدیث، حجتہ الاسلام کی شخصیت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انگریزی تعلیم کو خیر باد کہہ کر مرکز علوم و معارف بریلی شریف چلے گئے۔
تحصیل علم و سند فراغت:

حضرت حجتہ الاسلام اور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی سے استفادہ کیا اور اٹھ سال تک صدر الشریعہ مولانا حکیم امجد علی مصنف بہار شریعت کی خدمت میں رہ کر جامعہ معینیہ اجیر شریف سے سند فراغت حاصل کی۔ زمانہ قیام اجیر شریف میں

حضرت مولانا سید امیر جمیری سے بھی مستفید ہوئے۔

اساتذہ کرام:

(۱) حکیم مولوی ذوالفقار علی قریشی

(۲) مولانا حاجی پیر محمد خان

(۳) مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں نوری

(۴) حجت الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی

(۵) صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی

بیعت و طریقت سے وابستگی:

آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت شاہ محمد سراج الحق چشتی کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور خلافت سے مشرف ہوئے اور سلسلہ قادریہ میں شہزادہ اعلیٰ حضرت بریلوی حضرت حجت الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی سے فیض یاب ہوئے۔

آغاز تدریس:

تکمیل علوم کے بعد پانچ سال تک جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف میں تشنگان علوم کو سیراب فرمایا، پھر جامعہ رضویہ مظہر اسلام بریلی میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے اور علم حدیث کی گراں قدر خدمات انجام دیں اس دور میں بے شمار اہل علم نے آپ سے فیض حاصل کیا۔

ایک یادگار مناظرہ:

قیام بریلی شریف کے دوران حضرت قبلہ شیخ الحدیث مولانا سردار احمد قدس سرہ نے مشہور دیوبندی مناظر منظور احمد نعمانی سے حفظ الایمان (از: مولوی اشرف علی تھانوی) کی مشہور گستاخانہ عبارت پر ۲۰ محرم ۱۳۵۴ھ بمطابق ۲۵ اپریل ۱۹۳۵ء کو کامیاب مناظرہ کیا۔

یہ مناظرہ چار دن تک جاری رہا اور فریق مخالف کو زبردست شکست ہوئی۔ چوتھے دن مولوی منظور احمد نعمانی نے بے باکی کی انتہا کر دی اور کہا:

میں فاتحہ کو بدعت کہتا ہوں اور محرم کی سبیل لگانے اور محرم میں دودھ یا شربت پلانے کو حرام کہتا ہوں۔ اور اس وجہ سے میں کم بخت ہوں تو میں ایسا کم بخت ہی اچھا

ہوں۔ میں بھی بھوکا مرتا ہوں اور میرے آقا محمد رسول اللہ بھی بھوکے مرا کرتے تھے۔ جو حشر میرا وہ اُن کا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی بنیاد:

تقسیم ملک کے بعد پاکستان تشریف لے آئے۔ کچھ عرصہ وزیر آباد اور سارو کی میں قیام فرمایا۔ ۱۳۶۸ھ بمطابق ۱۹۴۸ء کے اواخر میں لائل پور تشریف لے آئے اور بے سروسامانی کے عالم میں درس حدیث دینا شروع کیا اور جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی بنیاد رکھی اور چودہ سال کے مختصر عرصے میں لائل پور کی کاپیٹ دی۔

اُس وقت سے جگہ جگہ سے صلوٰۃ و سلام کی روح پرور صدائیں سنائی دیتی ہیں۔ ہزاروں افراد حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ سینکڑوں علماء آپ سے درس حدیث لے کر پاکستان کے گوشے گوشے بلکہ دیگر ممالک میں بھی دین متین کی تبلیغ میں مصروف ہیں۔ جامعہ مظہر اسلام لائل پور عظیم دینی درس گاہ اور لائل پور کی سب سے بڑی مسجد سنی رضوی جامع مسجد آپ کی عظمت کی یادگار اور گواہ ہیں۔

زیارتِ حرمین شریفین:

۱۹۴۵ء میں حضرت مفتی اعظم ہند، مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی کی معیت میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ دوسری مرتبہ ۱۳۷۲ھ ہجری بمطابق ۱۹۵۶ء میں اس سعادت سے مشرف ہوئے، لیکن پابندی کے باوجود تصویر نہیں بنوائی۔
محدثِ اعظم کی سیرت و کردار:

حضرت قبلہ شیخ الحدیث، پیکرِ اخلاق، سراپا شفقت، باوقار، بارعب اور پُرکشش شخصیت تھے۔ علوم و فنون کے بحر بے پایاں، زبردست مناظر اور باکمال محدث تھے۔ انہیں سرورِ دو عالم ﷺ سے والہانہ محبت تھی۔ اسی بے پناہ محبت و عقیدت کا اثر تھا کہ ان کا ہر قول و فعل شریعت و سنت کے مطابق ہوتا تھا۔ سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی محبت، عشق کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ چونکہ فوٹو کے بیرون ملک جانے پر پابندی تھی، اس لئے پاکستان آکر بے انتہا آرزو کے باوجود نہ بغداد گئے اور نہ بریلی شریف۔

تلامذہ:

آپ کے تلامذہ کی ایک طویل فہرست ہے جن میں بے شمار نامور اکابرین اہل سنت کا نام شامل ہے، مگر ہم اختصار کے پیش نظر آپ سے اکتساب فیض کرنے والے چند مشاہیر کے نام ذکر کرتے ہیں۔^(۱)

(۱) علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری صاحب

(۲) علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی صاحب

(۳) مولانا ابو داؤد صادق صاحب

(۴) مولانا مفتی شریف الحق امجدی صاحب

(۵) مولانا ابوالحسنات محمد اشرف چشتی سیالوی صاحب

(۶) مولانا سید جلال الدین شاہ صاحب

(۷) مولانا فیض احمد اویسی صاحب

(۸) مولانا مفتی محمد امین صاحب

(۹) مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب

تصانیف:

آپ نے تمام عمر علوم دینیہ اور خاص طور پر حدیث شریف کی خدمت اور وعظ و ارشاد کے ذریعہ عوام کے دلوں کو حب نبوی سے منور کرنے میں صرف کی؛ اس لئے تصنیف و تالیف کا موقع نہیں ملا۔ تاہم چند تصانیف یادگار ہیں۔^(۲)

(۱) اسلامی قانون وراثت

(۲) تبصرہ مذہبی (علامہ مشرقی کے تذکرے پر تبصرہ)

(۳) مرزا مردہ یا عورت؟ (رد مرزائیت)

(۱)۔۔ آپ کے شاگردوں کی طویل فہرست کتاب (تذکرہ اکابر اہلسنت) از شرف ملت (حیات محدث اعظم) از قلم حافظ محمد عطاء الرحمن قادری (محدث اعظم پاکستان)، از قلم مولانا محمد جلال الدین قادری میں ملاحظہ ہو۔

(۲)۔۔ کتب کے متعلق یہ تفصیل (تذکرہ اکابر اہلسنت) از شرف ملت میں درج تھی جو کہ بہت مختصر ہے۔ ورنہ (حیات محدث اعظم) از قلم حافظ محمد عطاء الرحمن قادری میں تمام مطبوع و غیر مطبوع تصنیفات کی فہرست ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

(۴) سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، [زیر نظر رسالہ بھی آپ کے افادات کا حصہ ہے۔ اس معرکہ الآراء کتابچے کی تصنیف کا سبب یہ ہوا کہ ملتان سے شائع ہونے والے ایک ماہ نامے میں حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق چند نازیبا باتیں شائع ہوئیں۔ یہ مضمون جب حضرت مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب مدظلہ امیر جماعت رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ نے پڑھا تو رسالہ لے کر حضرت محدث اعظم پاکستان کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

حضور نے جب دیکھا تو کبیدہ خاطر ہوئے اور مولانا مفتی محمد امین اور مولانا مفتی ابوداؤد صادق مدظلہما کو حکم دیا کہ اس کے متعلق کچھ لکھیں۔ نیز فرمایا کہ میرے کتب خانہ سے فلاں فلاں کتاب نکال کر تپائی پر رکھ جاؤ اور کافی ساری کتابوں کے نام لئے، کتابیں پیش کر دی گئیں۔

صبح جب یہ دونوں حضرات حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: میری کتابوں پر نشان لگے ہوئے ہیں۔ ان حوالہ جات کو اکٹھا کرو۔

مولانا مفتی امین لکھتے ہیں کہ: ہم نے جب کتابیں دیکھیں تو جگہ جگہ بے شمار نشان لگے ہوئے تھے۔ ہم نے عرض کیا: حضور! یہ کب نشان لگائے ہیں؟ فرمایا: یہ میں نے آج رات مطالعہ کر کے نشان لگائے ہیں۔

یہ سن کر ہم حیرت میں کھو گئے کہ ایک رات میں اتنا مطالعہ اور پھر کتب حدیث کا مطالعہ بھی ساتھ کیا! پھر آپ نے مضمون لکھوانا شروع کیا تو دس مقالے مرتب ہوئے۔

ان میں پہلی قسط صاحب مضمون کو بھیجی کہ یا تو اس کا جواب دو یا پھر توبہ کرو۔ وہ مضمون جب معترض نے پڑھا تو اگلے ہی شمارہ میں توبہ نامہ لکھ کر شائع کر دیا۔^(۱)

سانچہ ارحام:

آپ کا وصال یکم شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ بمطابق ۲۹ دسمبر ۱۹۶۲ء کو جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی شب کراچی میں ہوا۔ جسد مبارک شاہین ایکسپریس کے ذریعے لائل پور لایا گیا۔ اسٹیشن سے جامعہ رضویہ تک راستے میں ہزار ہا افراد نے دیکھا کہ جنازے پر نور کی

(۱)۔۔ حیاتِ محدث اعظم، ص ۱۳۶

پھوار پڑ رہی ہے، حالاں کہ بادل کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ آپ کی نماز جنازہ میں تین لاکھ افراد نے شرکت کی۔ آپ کا مزار مبارک سنی رضوی جامع مسجد لائل پور میں مرجع خلافت ہے۔^(۱)



(۱)۔۔: محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کے مذکورہ تمام حالات کتاب ”تذکرہ اکابر اہل سنت“ مصنفہ: شرفِ ملت، علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ کے صفحہ نمبر (۱۵۵ تا ۱۴۹) سے نقل کئے گئے ہیں۔ تفصیلی حالات کے لئے درج ذیل کتب ملاحظہ ہوں: (۱) حیات محدث اعظم، از قلم: حافظ محمد عطاء الرحمن قادری (۲) محدث اعظم پاکستان، از قلم: مولانا محمد جلال الدین قادری۔

مقبول بارگاہ رسالت

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

از مرتب: قمر القادری

جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں نمایاں مقام رکھنے والی شخصیت حضرت سیدنا امیر معاویہ اور ان کے والد محترم، فتح مکہ کے دن انقلاب اسلامی کی ٹھنڈی چھاؤں کے زیر سایہ ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئے^(۱) اور جنگ حنین میں بھی شریک ہوئے۔

آپ کی ذات بابرکات، اسلام کی اُن سرکردہ شخصیات میں شامل تھی جنہوں نے اسلام کے آفاقی وابدی پیغام کی اشاعت میں انتہائی گراں قدر کام کیا، مسلمانوں کی فلاح و بہبود تعمیر و ترقی کے لئے اور دشمنان اسلام کے مذموم عزائم کو ناکام بنانے میں مؤثر حکمت عملی اپنائی۔ آپ رضی اللہ عنہ دربار رسالت مآب ﷺ کے کاتبوں میں سے تھے۔ آپ سے رسول اللہ ﷺ کی ایک سو تریسٹھ (۱۶۳) احادیث مروی ہے۔ (تاریخ الخلفاء)^(۲)

آپ سے بہت سے صحابہ کرام مثلاً ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر، ابوالدرداء، جریر بن جلی، نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہم نے احادیث روایت کی ہیں۔^(۳) آپ فہم و تدبر، علم و دانائی اور تخیل میں بڑے مشہور تھے۔ حضرت امام ترمذی نے ایک حدیث حسن عبد الرحمن ابن ابی عمر کے حوالہ سے بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ الہی تو معاویہ کو حساب کتاب سکھا دے اور اس کو عذاب سے

(۱)۔۔ یہاں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ فتح مکہ بتایا گیا ہے، جبکہ درست و محقق بات یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے قبل ہی ایمان لائے تھے البتہ اس کا اظہار فتح مکہ کے موقع پر کیا، جب کہ آپ کے والد سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے موقع پر ہی ایمان لائے۔ البدایہ ۸/۱۷، الاستیعاب ص ۶۷۶، وغیرہ میں ملاحظہ ہو۔

(۲)۔۔ تاریخ الخلفاء، ص ۱۹۳۔

(۳)۔۔ ایضاً۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دراز قد، خوب رُواور و جہہ شخص تھے (۲) انتہائی مالدار ہونے کے باوجود منکسر المزاج، غریب پرور اور اسلام کے پکے سچے شیدائی تھے۔

وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں مملکت شام کے امیر تھے جہاں انہوں نے بیس (۲۰) سال تک بحیثیت گورنر اور پھر بیس سال بحیثیت خلیفہ، حکمرانی کی۔ جب حضرت امام حسن علیہ السلام بارِ خلافت سے دست بردار ہوئے تو امیر معاویہ ۴۱ھ مہربانِ الٰہیہ الامریہ جہاد الاول میں تختِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ (۳)

المختصر! حضرت امیر معاویہ اسلامی فکر کی ترویج اور ترقی اور قرآنی تعلیمات کی تبلیغ و اشاعت میں بھرپور زندگی گزار کر ماہِ رجب ۶۰ھ میں انتقال فرما گئے۔

دمشق میں جابیہ اور بابِ صغیر کے درمیان آپ کو دفن کیا گیا۔ انہوں نے ستر سال کی عمر پائی۔ حضرت رسول خدا ﷺ کے موبائے تراشیدہ اور ناخن مبارک آپ کے پاس بطور تبرک و یادگار موجود تھے۔ آپ نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میری آنکھوں اور منہ پر رکھ دیئے جائیں اور پھر مجھے میرے اور میرے ارحم الراحمین کے درمیان دفن کر کے چھوڑ دینا۔ (۴)

زیر نظر رسالہ بھی حضرت سیدنا امیر معاویہ اور جماعتِ صحابہ کے باہمی تعلقات پر مبنی حقائق کی عکاسی کرتا ہے۔ حضرت قبلہ شیخ الحدیث، عاشقِ رسول، پاسبانِ مسلک اعلیٰ حضرت، اہل سنت و جماعت کے سرخیل، علامہ ابو الفضل محمد سردار احمد قادری

(۱)۔۔ مرتب نے اس حدیث کا حوالہ ترمذی سے دیا ہے، تلاشِ بسیار کے باوجود یہ حدیث ترمذی میں نہیں مل سکی، البتہ مسند احمد بن حنبل اور دیگر کتب حدیث و کتب سیر و تاریخ میں موجود ہے۔ مسند احمد بن حنبل، باب مناقب معاویہ، جلد ۴، ص ۱۲۔ تاریخ الخلفاء میں بھی بحوالہ مسند احمد یہ حدیث درج کی گئی ہے، تاریخ الخلفاء ص ۱۹۳۔

(۲)۔۔ تاریخ الخلفاء، ص ۱۹۴۔

(۳)۔۔ ایضاً۔

(۴)۔۔ تاریخ الخلفاء، ص ۱۹۶۔

کے افادات پر مبنی یہ رسالہ دینِ متین کے رہنماؤں کے باہمی پیار و محبت اور اخلاص کی حقیقتوں کی نشاندہی کرتا ہے۔

یہ علمی رسالہ حضرت محدثِ اعظم کی ایک تقریر پر مبنی ہے۔ وقت کی قلت کی وجہ سے عربی عبارات کو من و عن نقل کیا جا رہا ہے۔ ان شاء اللہ بفضلِ خدا آئندہ ایڈیشن میں عربی عبارات کا اردو ترجمہ بھی شامل کر دیا جائے گا۔ امید ہے یہ رسالہ علما و خطباء اور علم دوست احباب کے لئے مشعلِ راہ کا کام دے گا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سچی محبت نصیب فرمائے۔ آمین!



[آغازِ رسالہ]

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسولِ اقدس سید عالم ﷺ کے جلیل القدر صحابی ہیں، امّ المؤمنین سیدہ امّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی ہونے کی وجہ سے نبی اکرم، رسولِ محتشم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رشتہ میں سالے ہیں۔

جب وحی کی کتابت کے لئے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کاتب کی ضرورت محسوس کی تو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بابت حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام سے مشورہ لیا تو انہوں نے عرض کی:

"استكتبه فانه امين" (1)

یا رسول اللہ! امیر معاویہ کو کاتبِ وحی بنا لیجئے؛ کیوں کہ یہ امانت دار شخص ہے۔ ایک دفعہ سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سواری پر آپ کے پیچھے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی سوار تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا پیٹ شریف، رسولِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسمِ نازنین سے مس کر رہا تھا، آپ نے اُس وقت ان کے لئے دعا فرمائی:

"اللهم امره حلما وعلما" (2)

یا اللہ! معاویہ کے پیٹ کو علم و حلم سے بھر دے۔
آپ نے ان کے لئے یہ دعا بھی فرمائی:

"اللهم علمه الكتاب والحساب وقله العذاب ومكن له في البلاد" (1)

(1)۔۔: البداية والنهاية، ترجمة معاوية وذكر شئ من ايامه، ج ۸، ص ۱۷۴، ۱۷۵۔
مجمع الزوائد مترجم، كتاب المناقب، باب: ماجاء في معاوية بن ابي سفيان، حديث ۱۵۹۲۲، ج ۱۰، ص ۲۵۱/فضائل معاوية، الفصل الثاني في فضائله ومناقبه، ص ۷۶

(2)۔۔: (انسان العيون في سيرة الامين المامون المعروف، السيرة الحلبية، تنمة: باب ذكر مغاذيه وآله وسلم، فتح مكة شرفها الله، ج ۳، ص ۲۰۲)

ترجمہ: اے اللہ معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم سکھا دے اور اسے عذاب سے بچا۔
دعاۓ کلمات میں یہ بھی وارد ہے:

"اللہم اجعلہ ہادی مہدی و اہدہ و اہدیہ و لاتعذبه"^(۲)

ترجمہ: اے اللہ! معاویہ کو ہادی، مہدی بنا دے اور ان کے ذریعے سے لوگوں کو ہدایت دے اور تو اسے عذاب سے بچا۔

یہ بھی مروی ہے کہ رسول اقدس، سید عالم ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا:

"انت منی وانا منک لتزاحمنی علی باب الجنة کھاتین و اشار باصبعیہ الوسطی والتی تلیھا۔"^(۳) هذه الروایات فی السیرة الحلبیة۔ (جلد ۲ صفحہ ۲۱۹)

یعنی، معاویہ میں تم سے ہوں اور تم مجھ سے ہو پھر آپ ﷺ نے دو انگلیاں درمیانی اور اُس کے ساتھ والی ملا کر فرمایا: تم جنت کے پر میرے ساتھ اس طرح ہو گے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قلبِ پاک میں رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشق و محبت کا دریا اس قدر موجزن تھا کہ آپ کے پاس حضور سید عالم ﷺ کے تبرکات میں سے ازار شریف، ردائے اقدس، قمیص مبارک، موئے شریف اور تراشائے ناخن مبارک تھے۔

آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھے حضور کے ازار شریف، ردائے مبارک، قمیص اقدس میں کفن دیا جائے اور میرے جن اعضاء پر سجدہ کیا جاتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موئے مبارک اور تراشہ ناخن اقدس رکھ دئے جائیں، اور مجھے رحم الرحمن کے رحم پر چھوڑا جائے۔^(۴)

سوانح کر بلا صفحہ ۴۹، سیرہ حلبیہ صفحہ ۲۱۹ جلد ۲، روافض کی بعض کتب معتبرہ

(۱)۔۔: ایضاً۔

(۲)۔۔: ایضاً۔

(۳)۔: (انسان العیون فی سیرة الامین المامون المعروف السیرة الحلبیة، تہتمہ: باب ذکر مغازیہ والنسب، فتح مکة شرفھا اللہ، ج ۳، ص ۲۰۲)

(۴)۔: (تاریخ خلفاء، محمد بن امیہ، معاویہ بن ابی سفیان، ص ۱۹۶)

میں مذکور ہے کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال شریف کا وقت آیا تو آپ نے یزید پلید کو بطور وصیت فرمایا :

امام حسین پس میدانی نسبت و قرابت او با حضرت رسالت (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) و او پاره تن آنحضرت است و از گوشت و خون او پرورده است و من میدانم کہ البتہ اهل عراق اور ا بسوی خود خواهند برد و یاری او نخواهند کرد و او را تنها خواهند گذاشت اگر بر او ظفر یابی حق حرمت او را بشناس و منزلت و قرابت او را با پیغمبر بیاد آور، و او را ا بمرکده های او مواخذہ مکن و رو ابطی کہ من با او در اینمدت محکم کرده ام قطع مکن زینهار کہ باو مکروہی آسیبی مرساں۔ (جلاء العیون صفحہ ۳۸۸)^(۱)

یعنی، جہاں تک حسین ابن علی کا تعلق ہے تو حضرت رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ان کی نسبت و قربت کو اچھی طرح جانتا ہے وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا ٹکڑا ہیں اور آپ کے گوشت و خون سے پروان چڑھے ہیں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اہل عراق ان کو اپنے پاس ضرور لے جائیں گے مگر ان کی نصرت و یاری نہ کریں گے اور ان کو تنہا چھوڑ دیں گے اگر تو ان پر ظفریاب (یعنی فتح پائے) تو ان کے حق حرمت کو پہچاننا اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی منزلت و قربت کو یاد رکھنا اور ان کے کاموں پر مواخذہ نہ کرنا اور وہ رابطے (تعلقات) جو میں نے اس عرصہ حکومت میں ان سے استوار کئے ہیں ان کو قطع نہ کرنا اور ہر گز ان کو کسی ناگوار بات (یعنی تکلیف) اور مصیبت سے دوچار نہ کرنا۔ (از: جنجوعہ)

ایسے جلیل القدر، عظیم المرتبت، عاشق رسول، صحابی کی شان میں کتب تواریخ کی غلط و بے بنیاد روایات کی بناء پر بعض ناعاقبت اندیش آئے دن اعتراضات کرتے رہتے ہیں۔ انہیں ناپاک اعتراضات و ملعونہ کجواسات کے ازالہ کے لئے حضرت محدث اعظم پاکستان قدس سرہ نے ایک مبارک تقریر بیان فرمائی تھی جس کے

بعض مقدمات کو پیش کیا جا رہا ہے۔



پہلا مقدمہ

صحابہ کرام علیہم الرضوان ہدایت کے روشن ستارے ہیں
سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہدایت کے روشن ستارے ہیں:

سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سألت ربي عن اختلاف أصحابي من بعدي فأوحى إلي: يا محمد! إن أصحابك عندي بمنزلة النجوم في السماء بعضها أقوى من بعض ولكل نور فمن أخذ بشيء مما هم عليه من اختلافهم فهو عندي على هدى قال: وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم" رواه رزين⁽¹⁾

یعنی، میں نے اپنے رب سے صحابہ کے اپنے بعد اختلاف کے متعلق سوال کیا؟ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی کہ اے محمد! ﷺ تحقیق آپ کے اصحاب میرے نزدیک آسمان میں ستاروں کی طرح ہیں بعض ان کے بعض سے زیادہ قوت والے ہیں اور ہر ایک کے لئے نور ہے تو جس نے ان کے اختلاف سے کسی چیز پر عمل کیا تو وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میرے صحابہ مثل ستاروں کے ہیں جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

یہ حدیث شریف صراحتاً اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اختلافی مسائل میں ہدایت پر تھے اور حضرت سیدنا علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ اور حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں اختلاف تھا وہ بھی اس اختلاف میں شامل ہے؛ لہذا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور سیدنا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں جو اجتہادی اختلاف ہوا اس میں یہ دونوں حضرات ہدایت پر تھے، مگر مولیٰ علی رضی اللہ عنہ ہدایت میں بہت زیادہ قوی تھے اور حضرت امیر معاویہ

(1)۔۔: (مشکوۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب مناقب الصحابة، الفصل الثالث، حدیث ۶۰۱۸، ج ۲، ص ۴۱۴)

رضی اللہ عنہ ان کے برابر قوی نہ تھے، مگر ہدایت پر دونوں تھے، دونوں ہدایت کے چمکتے ستارے تھے۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ بہت زیادہ روشن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہدایت کے روشن ستارے تھے، مگر مولیٰ علی رضی اللہ عنہ ہدایت میں ان کے برابر کے مرتبہ میں نہ تھے۔ تمام صحابہ کرام چوں کہ ہدایت کے ستارے ہیں؛ لہذا اللہ تعالیٰ نے سب کے لئے حسنیٰ کا وعدہ فرمایا۔

قرآن مجید میں ہے: ﴿وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ﴾ [پ: ۲۷، الحدید

[۱۰،

ترجمہ: اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا (کنز الایمان



دوسرا مقدمہ

صحابہ کرام کے ذکر میں خدا اور رسول کی خوشنودی کا راز مضمر

ہے

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر شریف صرف بھلائی کے ساتھ کیا جائے۔ اُن کے فضائل و مناقب حماد و محاسن اور کمالات کا ذکر کیا جائے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل خیر و صلاح ہیں، عادل ہیں، دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے مقدمات ہیں۔ ان پر اعتراض و انکار نہ کیا جائے۔ اور ان کے متعلق بے ادبی کی بات نہ کی جائے۔

صحابہ کرام کا ذکر خیر ہی سے کیا جائے:

”فقہ اکبر“ میں حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ولاند کر احدا من اصحاب رسول الله الا بخیر^(۱)

یعنی، ہم تمام اصحاب رسول ﷺ کا ذکر، خیر ہی سے کیا کرتے ہیں۔
شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کا فرمان:

شیخ الحدیث، مولانا محقق عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہ ”تکمیل الایمان“ میں فرماتے ہیں:

تکف عن ذکر الصحابة الا بخیر "روش اہلسنت و جماعت آں است کہ صحابہ پیغمبر راجز بخیر یاد نکتسد و لعن و سب و شتم و اعتراض و انکار برایشان نکتسد و بایشان براہ سوء ادب نرونداز جہت نگہداشت نسبت صحبت بآنحضرت در و فضائل و مناقب ایشان در آیات و احادیث۔"^(۲)

(۱)۔۔ (منح الروض الازھر شرح فقہ الاکبر، افضل الناس بعد الخلفاء الاربعة، تحت قوله: لاند کر الصحابة الا بخیر، ص ۱۵۴)

(۲)۔۔ (تکمیل الایمان فارسی، فصل: تکف عن ذکر الصحابة الا بخیر، ص ۱۶۹)

یعنی، اہل سنت و جماعت کا مسلک یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ کو ہمیشہ نیک الفاظ سے یاد کرنا چاہیے۔ بغض، سب و شتم، اعتراضات و انکاران کی ذات پر کرنا نامناسب ہے اور ان کے معاملہ میں کسی کی بے ادبی روا نہیں رکھنی چاہئے؛ کیوں کہ ان لوگوں کو سرکارِ دو عالم ﷺ کی پاکیزہ محبت نے پاک کر دیا تھا۔ ان کے فضائل، مناقب اور درجات میں اکثر آیات قرآنی اور احادیث نبوی موجود ہیں۔

صحابہ کرام کی طرف قبیح امور کا انتساب ممنوع ہے:

”نسیم الریاض“ میں ہے: حدیث ”لا تتخذوہم غرضا بعدی“ کی شرح میں فرمایا:

والمعنی لا تذموہم ولا تطعنوا فیہم باسناد امور قبیحۃ لہم^(۱)

یعنی، اے ایمان والو! میرے صحابہ کی طرف ناپسندیدہ باتوں کی نسبت نہ کرو۔ کتاب مذکور میں دوسری جگہ لکھا ہے:

لا یدکر احد منہم بسوء ای یامر قبیح ولا یغمص علیہ امر، ای لا یعیاب ولا ینقص فی امر من امورہ بل یدکر حسناتہم و فضائلہم و یسکت عما روا ذلک کما قال صلی اللہ علیہ والہ وسلم [اذا ذکر اصحابی فامسکوا] عن الطعن فیہم و ذکرہم بما یوہم نقصا فیہم^(۲)

ترجمہ: کسی صحابی کا برائی کے ساتھ ذکر نہ کیا جائے یعنی، کسی قبیح امر کے ساتھ ان کو یاد نہ کیا جائے اور ان کے کسی معاملے میں برائی نہ نکالی جائے یعنی، کسی کی عیب جوئی نہ کی جائے اور نہ ہی کسی صحابی کے کسی معاملے میں ان کی تنقیص کی جائے بلکہ ان کی اچھائیاں اور فضائل بیان کئے جائیں اور اس کے علاوہ دیگر امور میں سکوت اختیار کیا جائے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب میرے صحابہ کا ذکر کرو تو اپنی زبانوں کو روکے رکھو یعنی، ان پر طعن کرنے اور ایسی باتیں بیان کرنے سے اجتناب کرو جو صحابہ کی

(۱)۔۔: (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض، القسم الثانی فیما یجب علی الانام

الخ، الباب الثالث فی تعظیم امرہ، تحت قولہ: لا یدکر احد منہم، جلد ۴، ص ۵۱۴،)

(۲)۔۔: (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض، القسم الثانی فیما یجب علی الانام

الخ، الباب الثالث فی تعظیم امرہ، تحت قولہ: لا یدکر احد منہم، جلد ۴، ص ۵۱۴،)

عیب جوئی اور تنقیص کا وہم پیدا کریں۔

کسی بھی صحابی کو برا کہنا ممنوع ہے:

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کی ”شرح شفا“ میں ہے:

” (ولایذکر أحد منهم بسوء) لأن الله أثنى عليهم في مواطن كثيرة من كتابه ووصى النبي عليه الصلوة والسلام أمتہ فی تعظیم أصحابہ بنحو قوله: لا تسبوا أصحابی، مع تعمیم قوله عليه الصلوة والسلام: لا تذکروا موتا کم الا بخیر ولأنه من الفواحش المحرمة باجماع أهل السنة^(۱)

یعنی، کسی صحابی کا برائی کے ساتھ ذکر نہ کیا جائے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کثیر مقامات پر صحابہ کرام کی شان بیان کی ہے اور نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو اپنے اصحاب کی تعظیم کرنے کی وصیت اپنے اس فرمان: میرے صحابہ کو برا نہ کہو سے بیان فرمائی ہے اور آپ ﷺ کا یہ مذکورہ فرمان، دوسرے فرمان: اپنے مردوں کا ذکر خیر ہی سے کیا کرو، کی طرح عام ہے اور اس لئے بھی کہ اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام کو برا کہنا، حرام کردہ فقیح امور میں سے ہے۔

ان احادیث مقدسہ و عبارات اکابر علما قدست اسرار ہم میں جن آداب کی تعلیم ہے ان آداب کے حق دار رسول اقدس، سید عالم ﷺ کے باقی صحابہ کی طرح سیدنا میر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم باقی صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرح ان کا بھی ادب و احترام پورے طور پر ملحوظ رکھیں اور ان کی ذات ستودہ صفات کے خلاف کسی وقت بھی زبان طعن دراز نہ کریں۔ رسول پاک ﷺ کا صحابی ہونے کا شرف اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کیا ہے۔ ہر وقت اسے پیش نظر رکھیں۔ ان کو ہر امر فبیح سے اور فعل شنیع سے پاک سمجھیں۔ عوام کو ان کی عظمت و فضیلت سے آگاہ کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً ان کے فضائل و مناقب، خصائص و محامد بیان کرتے رہا کریں۔ ان کی نیک

(۱)۔: (شرح الشفاء للقاضی عیاض للعلامة القاری، الفصل الثانی: ومن توقیرہ وبرہ توقیر الخ، الباب الثالث فی تعظیم امرہ، تحت قوله: لا یذکر احد منهم بالسوء ج، ۲، ص ۹۰)

سیرت پاک کردار کی تشہیر جلّ جلالہ و رسول اللہ ﷺ کی رضا و خوشنودی ہے۔

تیسرا مقدمہ

تاریخی روایتیں بے سرو پا دھکائیں صحابہ کرام کے خلاف قطعاً

ناقابل اعتبار ہیں

اہل سنت کے نزدیک تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حسن ظن نہایت ہی ضروری ہے اور لازم ہے کہ ان سے رذیل چیزوں کی نفی کریں۔ اگر کسی روایت میں کوئی ایسی بات آجائے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شانِ رفیع کے خلاف ہو تو ایسی روایت میں تاویل کرنا ضروری ہے، اگر تاویل کی کوئی صورت نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ راوی نے غلط بیان کیا ہے۔ صحابہ کی شانِ رذیل بات سے بلند و بالا ہے۔ راویوں کی روایات میں کوئی ایسی بات منقول نہیں کہ جس میں صحابی کی شان کے خلاف ذکر ہو اور اگر اس میں تاویل متعذر و ناممکن ہو تو اس منکر کلمے کی حکایت راوی کو غلطی پر محمول کرنا ہے اور ہدایت کے ستارے صحابی کا دامن اس منکرات سے پاک ہے۔

صحابہ کرام معصوم نہیں تھے مگر۔۔!

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ ”شرح مسلم“ میں فرماتے ہیں:

وَلَسْنَا نَقْطَعُ بِالْعَصْمَةِ إِلَّا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمَنْ شَهِدَ لَهُ بِهَا لَكُنَّا مَأْمُورُونَ بِحَسَنِ الظَّنِّ بِالصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ وَنَفَى كُلَّ رَذِيلَةٍ عَنْهُمْ وَإِذَا انْسَدَّتْ طُرُقُ تَأْوِيلِهَا نَسْنِئُ الْكَذْبَ إِلَيْهِ رَوَاتُهَا⁽¹⁾

یعنی، ہم نبی کریم ﷺ کے لئے اور جس کے متعلق آپ نے عصمت کی گواہی دی اس کے لئے عصمت کا عقیدہ رکھتے ہیں البتہ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ

(1)۔۔: المنهاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج، المعروف شرح صحیح مسلم للنووی، کتاب الجہاد والسير، باب حکم الفتی، حدیث ۴۴۹۶، تحت قوله: اقض بینی و بین هذا الکاذب، جلد ۸، ص ۸۵۳ (۴۸۵۳)

حسن ظن رکھنے اور ان کی ذات سے ہر بری بات کی نفی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جب کسی بھی بری بات کی تاویل کا راستہ مسدود ہو جائے تو ہم اس بری بات کو صحابی کی طرف منسوب کرنے کے بجائے، راوی کو جھوٹا قرار دیتے ہیں۔

صحابی کے متعلق قابل اعتراض بات کی تاویل واجب ہے:

نیرامام نووی نے اسی میں فرمایا:

قال العلماء: الأحاديث الواردة التي في ظاهرها دخل على صحابي يجب تأويلها قالوا: ولا يقع في روايات الثقات إلا ما يمكن تأويله⁽¹⁾

یعنی علماء فرماتے ہیں کہ وہ مرویات جن کے ظاہر سے کسی صحابی پر اعتراض لازم آتا ہو ان کی تاویل کرنا واجب ہے، نیز علماء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ایسی کوئی بات ثقہ راویوں کی روایات میں موجود نہیں اور جو ہیں، ان کی تاویل ممکن ہے۔

صحابہ کرام کے متعلق تاریخی روایات مردود ہیں:

”نسیم الریاض“ میں ہے:

"والامساك عما شجر بينهم ومعاداة من عاداهم، والاضراب عن اخبار المورخين التي نقلوها عنهم فانها تورث تنقيص بعضهم بما نقلوه، وجهلة الرواة الذين رووا قصصا باطلة تودي لسوء ظن بهم، والضلال الشيعة والمبتدعين"⁽²⁾

یعنی، صحابہ کرام کے مابین ہونے والے مشاجرات سے کف لسان کیا جائے اور جو صحابہ کرام سے دشمنی رکھے اُس سے دشمنی رکھی جائے اور صحابہ کرام کے متعلق مؤرخین کی نقل کردہ روایات سے اعراض کیا جائے؛ کیونکہ ان مرویات کے سبب بعض اصحاب کی شان میں تنقیص لازم آتی ہے اور جاہل راویوں کی مرویات سے بھی

(1)۔ المنهاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج، المعروف شرح صحیح مسلم للنووی، کتاب الفضائل، باب من فضائل علی بن ابی طالب، حدیث ۶۱۳، تحت قوله: ان معاوية قال لسعد بن ابی وقاص، جلد ۱۰، ص ۶۳۰۳

(2)۔: (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض، القسم الثانی فیما یجب علی الانام الخ، الباب الثالث فی تعظیم امره، تحت قوله: لا یدکر احد منهم، جلد ۴، ص ۵۱۴، ۵۱۳)

اعراض کیا جائے جنہوں نے ایسے باطل قصے بیان کئے جن سے اصحاب رسول کے متعلق سوء عقیدت پیدا ہوتی ہے نیز شیعوں کی گمراہیوں اور بدعتیوں سے بھی اجتناب کیا جائے۔

صحابہ کے متعلق اکثر تاریخی روایات جھوٹی ہیں:

ملا علی قاری کی ”شرح شفا“ میں ہے:

"(والاضراب عن أخبار المؤرخين) أى عن أقوال أصحاب التواريخ، فان غالبهم غير صحيح بل كذب صريح.⁽¹⁾

ترجمہ: [اور مورخین کی روایتوں سے اعراض کرنا] یعنی مؤرخین کے اقوال سے اعراض کرنا لازم ہے کیونکہ ان میں سے زیادہ تر باتیں غیر صحیح بلکہ صریح جھوٹے اقوال ہیں۔

تاریخی روایات جو صحیح ہیں ان کی تاویل واجب ہے:

”حاشیہ شرح عقائد“ میں ہے:

قال ابن دقيق العید فی عقیدتہ: و ما نقل فیما شجر بینہم و اختلفوا فیہ فممنہ ما هو باطل و کذب فلا یلتفت الیہ، و ما کان صحیحاً، اولئنا و تاویل احساناً لان الثناء علیہم من اللہ سابق، و ما نقل من الکلام الملاحق محتمل للتاویل، و المشکوک و الموهوم لا یبطل المحقق و المعلوم هذا⁽²⁾

یعنی، ابن دقیق العید اپنے عقیدہ میں فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کے مشاہرات اور ان کے باہمی اختلافی مسائل کے بارے میں جو کچھ منقول ہے ان میں سے وہ باتیں جو

(1)۔۔ شرح الشفاء للقاضی عیاض للعلامة القاری، الفصل الثانی: ومن توقیرہ وبرہ توقیر الخ، الباب الثالث فی تعظیم امرہ، تحت قوله: لا یدکر احد منهم بالسوء، ج ۲، ص ۹۰۔

(2)۔۔ مذکورہ حوالہ تک ہماری رسائی نہ ہو سکی، البتہ بعینہ یہی قول ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب شرح فقہ اکبر میں نقل کیا ہے ہم نے اسی کا حوالہ پیش کر دیا ہے۔ منہج الروض الاذھر شرح فقہ الاکبر للقاری، افضل الناس بعد الخلفاء الاربعہ، تحت قوله: لا ندکر الصحابة الا بخیر، ص ۱۵۴

محض باطل و جھوٹ کا پلندہ ہیں وہ لائق التفات نہیں اور جو روایات درجہ صحت کو پہنچتی ہیں ہم ان کی بہتر تاویل کرتے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی جو تعریف و ثنا بیان فرمائی ہے وہ مقدم ہے اور جو قابل اعتراض باتیں ہیں وہ بعد کی پیداوار ہیں اور قابل تاویل ہیں؛ لہذا یہ بات سمجھ لی جانی چاہئے کہ مشکوک و موشوم اعتراضات، اللہ کی جانب سے کی گئی تحقیق و معلوم تعریف و ثنا کو باطل نہیں کر سکتے۔ اس بات کو یاد رکھ لو۔ لہذا کتب سیر و توارخ میں جو روایات و حکایات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان کے خلاف منقول ہیں اور شرعاً ان میں کوئی تاویل نہیں نکل سکتی تو اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایسی روایات و حکایات کا اعتبار نہیں کتب توارخ میں تو کثرت سے ایسی بے سر و پا غیر معتبر روایتیں ہیں۔

امام احمد رضا خان قدس سرہ کا فرمان:

چنانچہ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد دین و ملت، علامہ مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب قبلہ بریلوی رضی اللہ عنہ نے اپنے رسالہ جلیلہ ”منیر العین“ کے صفحہ ۱۱۲ پر فرمایا:

بنظر واقع سیر میں بہت اکاذیب و باطیل بھرے ہیں کما لا یحییٰ۔ بہر حال فرق مراتب نہ کرنا، اگر جنوں نہیں تو بد مذہبی ضرور ہے، بد مذہبی نہیں، تو جنون ضرور ہے۔ سیر جن بالائی باتوں کے لئے ہے اس حد سے تجاوز نہیں کر سکتے۔ ایسی روایات مذکورہ کسی حیض و نفاس کے مسئلہ میں بھی سننے کے لائق نہیں، نہ کہ معاذ اللہ ان واہیات و معضلات و بے سرو پا حکایات سے صحابہ کرام حضور سید الانام علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والسلام پر طعن کرنا، اعتراض نکالنا، ان کی شان رفیع میں رخنہ ڈالنا کہ اس کا ارتکاب نہ کرے گا، مگر گمراہ بد دین مخالف و مضاد حق المبین۔

آج کل کے بد مذہب، مریض القلب، منافق شعار ان خرافات سیر و خرافات توارخ و امثالہا سے حضرات عالیہ خلفاء راشدین و ام المؤمنین عائشہ صدیقہ و طلحہ و زبیر و معاویہ و عمرو ابن العاص و غیرہ ابن شعبہ و غیر ہم، اہل بیت و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مطاعن مردودہ اور ان کے باہمی مشاجرات میں متوحش و مہمل حکایات بیہودہ جن میں اکثر تو سرے سے کذب و احض اور بہت الحاقات ملعونہ و رافض چھانٹ لائے اور ان

سے قرآن عظیم ارشادات مصطفیٰ ﷺ و اجتماع امت و اساطین ملت کا مقابلہ چاہتے ہیں، بے علم لوگ انہیں سن کر پریشان ہوتے یا فکرِ جواب میں پڑتے ہیں۔

ان کا پہلا جواب یہی ہے کہ ایسے مہملات کسی ادنیٰ مسلمان کو گناہ گار ٹھہرانے کے لئے سموع نہیں ہو سکتے نہ کہ محبانِ خدا پر طعن جن کے مدارج تفصیلی خواہ اجمالی سے کلام اللہ و کلام الرسول، مالا مال ہے جل جلالہ و ﷺ۔

امام حجۃ الاسلام، مرشدنا الانام محمد، محمد، محمد غزالی قدس سرہ العالی ”احیاء العلوم شریف“ میں فرماتے ہیں: لا يجوز نسبة مسلم الى كثيرة من غير تحقیق نعم يجوز ان يقال ان ابن ملجم قتل عليا فان ذلك ثبت متواترا

یعنی، کسی مسلمان کو کسی کبیرہ کی طرف بے تحقیق نسبت کرنا حرام ہے، ہاں! یہ کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم شقی خارجی اشقی الآخرین نے امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو شہید کیا کہ یہ بتواتر ثابت ہے۔

حاشا للہ! اگر مورخین و امثالہم کی ایسے حکایات، ادنیٰ قابل التفات ہوں تو اہل بیت و صحابہ درکنار خود حضرات عالیہ انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہم اجمعین سے ہاتھ دھو بیٹھنا ہے کہ ان مہملات مخذولہ سے حضرات سعادت و مولانا آدم صفی اللہ و داؤد خلیفۃ اللہ و سلیمان نبی اللہ و یوسف رسول اللہ سے سید المرسلین محمد حبیب اللہ ﷺ تک سب کے بارہ میں وہ وہ ناپاک بیہودہ حکایات موجِ شہ نقل کی ہیں کہ اگر اپنے ظاہر پر تسلیم کی جائیں تو معاذ اللہ اصل ایمان کو رو بیٹھتا ہے۔

ان ہولناک باطیل کے بعض تفصیل مع ردِّ جلیل کتاب مستطاب ”شفا شریف“، امام قاضی عیاض اور اس کی شروح و غیرہا سے ظاہر لا جرم ائمہ ملت و ناصحان امت نے تصریحیں فرمادیں کہ ان جہال و ضلال کے مہملات اور سیر توارخ کی حکایات پر ہر گز کان نہ رکھا جائے۔

شفا و شروح شفا و مواہب و شرح مواہب و مدارج شیخ محقق و غیرہا میں بالاتفاق فرمایا، جسے میں صرف مدارج النبوة سے نقل کروں کہ عبارت فارسی، ترجمہ سے غنی اور کلمات ائمہ مذکورین کا خود ترجمہ ہے، فرماتے ہیں رحمہ اللہ تعالیٰ:

از توقیر و بر آنحضرت ﷺ توقیر اصحاب و برایشان است و حسن ثنا

ورعایت ادب بایشان و دعا و استغفار مرایشان رد و اوحق است مرکشے را کہ ثنا کردہ حق تعالیٰ بروئے و راضی است اردے کہ ثنا کردہ شود بر دے و سب و طعن ایشان اگر مخالف ادلہ قطعیه است کفر است و الا بدعت و فسق و ہمچنین امساک و کف نفس از ذکر اختلاف و منازعات و قائع کہ میان ایشان شدہ و گذشتہ است و اعراض و اضراب از اخبار مؤرخین و جملہ رواۃ ضلال شیعہ و غلاۃ ایشان و مبتدعین کہ ذکر قوادح و زلات ایشان کنند کہ اکثر آن کذب و افتراء است و طلب کردن در آنچه نقل کردہ شدہ است است از ایشان از مشاجرات و محاربات احسن تاویلات، و اصوب مخارج و عدم ذکر ہیچ یکے از ایشان بہ بدی و عیب بلکہ ذکر حسنات و فضائل و حمائد از ایشان از جهت آنکہ صحبت ایشان بآنحضرت ﷺ یقینی اس تو ما وراء آن ظنی است و کافی است دریں باب کہ حق تعالیٰ برگزید ایشان را برائے صحبت حبیب خود ﷺ طریقہ اہلسنت و جماعت دریں باب این است در عقائد نوشتہ اند لا تذکر احد منهم الا بخیر و آیات و احادیث کہ در فضائل صحابہ عموماً و خصوصاً واقع شدہ است دریں باب کافی است اہ مختصراً^(۱)

یعنی، نبی اکرم ﷺ کی تعظیم و احترام در حقیقت آپ کے صحابہ کا احترام اور ان کے ساتھ نیکی ہے۔ ان کی اچھی تعریف اور رعایت کرنی چاہئے اور ان کے لئے دعا و طلب مغفرت کرنی چاہئے، بالخصوص جس جس کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے اور اس سے راضی ہوا ہے اس سے وہ اس بات کی مستحق ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے۔ پس! اگر ان پر طعن و سب کرنی والا دلائل قطعیه کا منکر ہے تو کافر، ورنہ مبتدع و فاسق۔

اسی طرح ان کے درمیان جو اختلافات یا جھگڑے یا واقعات ہوئے ہیں ان پر خاموشی اختیار کرنا ضروری ہے اور ان اخبار و واقعات سے اعراض کیا جائے جو مؤرخین جاہل راویوں اور گمراہ و غلو کرنے والے شیعوں نے بیان کئے ہیں اور بدعتی لوگوں کے ان

عیوب اور برائیوں سے جو خود ایجاد کر کے ان کی طرف منسوب کر دئے اور ان کے ڈمگما جانے سے؛ کیوں کہ وہ کذب بیانی اور افتراء ہے اور ان کے درمیان جو محاربات و مشاجرات منقول ہیں ان کی بہتر توجیہ و تاویل کی جائے اور ان میں سے کسی پر عیب یا برائی کا طعن نہ کیا جائے بلکہ ان کے فضائل، کمالات اور عمدہ صفات کا ذکر کیا جائے؛ کیوں کہ حضور علیہ السلام کے ساتھ ان کی محبت یقینی ہے اور اس کے علاوہ باقی معاملات ظنی ہیں اور ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے حبیب علیہ السلام کی محبت کے لئے منتخب کر لیا ہے۔ اہل سنت و جماعت کا صحابہ کے بارے میں یہی عقیدہ ہے۔ اس لئے عقائد میں تحریر ہے کہ صحابہ میں سے ہر کسی کا ذکر، خیر کے ساتھ ہی کیا جائے اور اصحاب کے فضائل میں جو آیات و احادیث عموماً یا خصوصاً وارد ہیں وہ اس سلسلہ میں کافی ہیں۔

مختصر امام محقق سنوسی علامہ تلسانی پھر علامہ زر قانی ”شرح مواہب“ میں فرماتے ہیں:

ما نقله المور خون قلت حیاء ادب یعنی، مورخین کی نقلیں قلت حیاء و ادب سے ہیں۔ امام اجل، ثقہ، مثبت، حافظ، متقن، قدوہ، یحییٰ بن سعید قطان نے کہ اجلہ آئمہ تابعین سے ہیں، عبد اللہ قوری سے پوچھا: کہاں جاتے ہو؟ کہا: وہب بن جریر کے پاس سیر لکھنے کو، فرمایا: "تکتب کذبا کثیرا یعنی، بہت سا جھوٹ لکھو گے۔ ذکرہ فی المیزان۔

تفصیل اس بحث کی ان رسائل فقیر سے لی جائے کہ مسئلہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں تصنیف کئے۔ یہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کی ایک عبارت تحفہ عشریہ سے یاد رکھنے کی ہے۔

مطاعن افضل الصديقين رضی اللہ عنہ سے طعن تخلف جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کی رد میں فرماتے ہیں، جملہ "لعن اللہ من تخلف عنها" ہر گز در کتب اہل سنت موجود نیست "قال الشہرستانی فی الملل والنحل ان هذه الجملة موضوعة ومفتراة" بعض فارسی نویسندگان کہ خود درامحدثین اہل سنت ثمرہ اندر سیر خود این جملہ را آورده برائے الزام اہل سنت کفایت نمیکند زیرا کہ

اعتبار حدیث نزد اہل سنت بیاختن حدیث در کتب مسندہ محدثین است مع
الحکم بالصحة و حدیث بے سند و نزد ایشان شتر بے مہار است کہ اصلاً گوش
بآن نمے نہند۔^(۱)

یعنی، جملہ [لعن اللہ من تخلف عنها] کتب اہل سنت میں ہر گز موجود
نہیں، شہرستانی نے الملل والنحل میں کہا کہ یہ جملہ موضوع اور جھوٹا ہے، اور بعض فارسی
لکھنے والوں نے خود کو محدثین اہل سنت ظاہر کیا ہے اور اہل سنت کو الزام دینے کے لئے
اپنی کتب میں اس جملہ کو شامل کر دیا، لیکن یہ قابل اعتبار نہیں، اہل سنت کے ہاں
حدیث وہی معتبر ہے جو محدثین کی کتب احادیث میں صحت کے ساتھ ثابت ہو، ان کے
ہاں بے سند حدیث ایسے ہی ہے جیسے بے مہار اونٹ جو کہ ہر گز قابل سماعت نہیں۔

اسی رسالہ جلیلہ کے صفحہ ۴۰^(۲) کے حاشیہ پر فرمایا:

مسئلہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تحقیق و تنقیح فقیر کے رسالہ "البشرى العاجلة
من تحف اجله و رساله، الاحادیث الروایة لمدح الامیر معاویة و رساله، عرش
الاعزاز و الاکرام لاول ملوک الاسلام و رساله، ذب الالهواء الواهیة فی باب
الامیر معاویة و غیرہا" میں ہے الخ۔^(۳)

اللہ اللہ! اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ عنہ کی قوت علمیہ اور جوش ایمانی
دیکھئے کہ صحابہ کرام خصوصاً سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت شان اور ان سے
مطابق کے رد میں کتنے رسالے تصنیف فرمائے ہیں۔ واقعی جس سمت آگئے ہیں سکے بٹھا
دئے ہیں جزاءہم اللہ عنہا عن سائر المسلمین احسن الجزاء۔

انبیاء کرام نقائص سے پاک ہوتے ہیں:

علامہ نووی علیہ الرحمہ "شرح مسلم" جلد ثانی میں فرماتے ہیں:

ومنها ما قاله القاضی و غیرہ أن الأنبياء صلوات الله و سلامه عليهم منزهون

(۱)۔۔: (فتاویٰ رضویہ، جلد ۵، ص ۵۸۲)

(۲)۔۔: یہ حوالہ قدیم نسخہ کے مطابق ہے، جبکہ جدید نسخہ کے مطابق حوالہ ذیل میں درج کر دیا ہے۔

(۳)۔۔: (حاشیہ فتاویٰ رضویہ، جلد ۵، ص ۴۷۸)

عن النقائص في الخلق والخلق سالمون من العاهات والمعائب، قالوا: ولا التفات الى ما قاله من لا تحقيق له من أهل التاريخ في اضافة بعض العاهات الى بعضهم بل نزههم الله تعالى من كل عيب وكل شئ يبغض العيون أو ينفر القلوب (1)

یعنی، حدیث کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ امام قاضی و دیگر علما نے فرمایا کہ: انبیاء کرام صلوات اللہ وسلامہ علیہم اپنی تخلیق و محاسن میں ہر نقص سے پاک ہوتے ہیں اور آفات و عیوب سے محفوظ ہوتے ہیں۔ علما فرماتے ہیں: غیر محقق مورخین نے جن بعض آفات کی نسبت انبیاء کرام کی طرف کی ہے ان کی طرف التفات کی کوئی ضرورت نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو ہر عیب سے اور ہر اس شئی سے جو آنکھوں کے لئے قابل نفرت ہو اور دلوں کو متفر کرنے والی ہو سے پاک فرمادیا ہے۔

خلاصہ کلام:

حاصل یہ ہے کہ تاریخی روایتیں بے سرو پا دکھائیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف قطعاً قابل اعتبار نہیں، اہل سنت و جماعت کا یہ مسلک ہے۔

چوتھا مقدمہ

صحابہ کرام کی پوری جماعت عادل ہے
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر صحابی عادل ہے۔
اصحابِ جمل و صفین عادل تھے:
نہ اس میں ہے:

فان المذهب عندنا أن أصحاب الجمل والصفين عدول لأنهم اما مجتهدون واما المقلدون لهم۔ (2)

(1)۔۔: (المنهاج في شرح صحيح مسلم بن الحجاج، المعروف شرح صحيح مسلم للنووي، كتاب الفضائل، باب من فضائل موسى، حديث ۶۰۳۲، تحت قوله: فاغتسل عند مويه، جلد ۱۰، ص ۶۲۳۰)

(2)۔۔: (النبراس مع شرح شرح العقائد النسفية، باب خلافة الخلفاء الراشدين، تحت قوله: وباب عوہ لما كان اهل عصره واولاهم بالخلافة، ص ۹۲)

یعنی، بیشک ہمارا مذہب یہ ہے کہ اصحاب جمل و صفین عادل ہیں؛ کیوں کہ یا تو وہ خود مجتہد تھے یا مجتہدین کے مقلد تھے۔
مولیٰ علی حق پر تھے:

نبراس میں دوسرے مقام پر ہے:

وقال اهل السنة: كان الحق مع علي رضي الله عنه وان من حاربه مخطئ في الاجتهاد، فهو معذور، وان كلاً من الفريقين عادل صالح، ولا يجوز الطعن في احد منهم للاحاديث المشهورة في مدح الصحابة رضي الله عنهم والنهي عن سبهم، وهذا هو الحق، فما اذا بعد الحق الا الضلال^(۱)

یعنی، اہل سنت اس بات کے قائل ہیں کہ حق مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور آپ کے ساتھ جنگ کرنے والے اجتہادی خطا پر تھے اور وہ معذور تھے اور بیشک ہر دو فریق عادل، صالح ہیں اور کسی ایک کی جناب میں بھی طعن کرنا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ احادیث مشہورہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف آئی ہے اور انہیں برا کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہی بات حق ہے اور حق کے علاوہ صرف گمراہی ہے۔

صحابہ پر طعن نہ کرنا واجب ہے:
الصواعق المحرقة میں ہے:

اعلم ان الذي اجمع عليه اهل السنة والجماعة انه يجب على كل مسلم تزكية جميع الصحابة باثبات العدالة لهم والكف عن الطعن فيهم والثناء عليهم^(۲)

یعنی، جان لو کہ اہل سنت و جماعت کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ ہر مسلمان پر صحابہ کرام کو عادل ماننا واجب ہے اور تمام صحابہ کو پاک و صاف سمجھنا اور ان پر طعن سے اجتناب کرنا اور انکی تعریف کرنا لازم ہے۔

(۱)۔: (النبراس مع شرح شرح العقائد النسفية، باب خلافة الخلفاء الراشدين، تحت

قوله: وما وقع من المخالفات والمعاربات الخ، ص ۴۹۳)

(۲)۔: (الصواعق المحرقة في الرد على اهل البدع والزندقة، الخاتمة في بيان اعتقاد اهل

السنة والجماعة في الصحابة، ص ۳۱۵)

صحابہ کا اختلاف عناد پر مبنی نہیں تھا:

آپس میں جو بعض صحابہ کا اختلاف ہوا تو وہ غرض دنیوی اور خط نفسانی کی بنا پر نہ تھا، عناد کے سبب سے نہ تھا۔ نیز اصول میں قطعاً اختلاف نہ تھا بلکہ بعض فروعی مسائل میں تھا۔ صحابہ کرام و ائمہ عظام رضی اللہ عنہم کا فروع میں اختلاف رحمت ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا: "اختلاف امتی رحمة" (او کما قال) ^(۱) اور صحابہ کرام تو مقدمات دینی ہیں ان کا جو اختلاف اجتہادی ہے وہ بھی رحمت ہے اور جو اجتہادی نہیں وہ بھی رحمت ہے؛ اس لئے کہ ان کا اختلاف عناد و فساد کی غرض سے نہ تھا، بلکہ تاویل شرعی سے تھا اس اختلاف کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عدالت و ہدایت پر تھے۔

امیر المؤمنین مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور جتنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان دونوں کے ساتھ تھے، سب کے سب بلا استثناء قبل اختلاف اور وقت اختلاف اور بعد اختلاف ہدایت و صداقت پر تھے۔

تمام صحابہ خیر کے متلاشی تھے:

"شرح فقہ اکبر" میں ہے:

"(ولا نذكر الصحابة) أى مجتمعين و منفردين (الا بخير) وان صدر من بعضهم بعض ما هو فى صورة شر، فانه اما كان عن اجتهد او لم يكن على وجه فساد من اصرار و عناد، بل كان رجوعهم عنه الى خير معاد بناء على حسن الظن بهم ولقوله عليه الصلوة والسلام: خير القرون قرنى ولقوله عليه الصلوة والسلام: اذا ذكر اصحابى فامسكوا و لذلك ذهب جمهور العلماء الى أن الصحابة رضی اللہ عنہم کلہم عدول قبل فتنة عثمان و على، و کذا بعدها، ولقوله عليه الصلوة والسلام: اصحابى كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم. (روى الدارمى وابن عدى و غيرهما) ^(۲)"

(۱)۔: (المقاصد الحسنة فى بيان كثير من الاحاديث المشتهرة على اللسان، حرف الهمزة، حديث ۳۹، ص ۴۶)

(۲)۔: (منح الروض الازھر شرح فقہ الاکبر، افضل الناس بعد الخلفاء الاربعہ، تحت قوله: لا نذكر الصحابة الا بخير، ص ۱۵۴)

یعنی، ہم تمام صحابہ کرام کا ذکر خیر ہی سے کرتے ہیں، خواہ تمام کا اجتماعی ذکر ہو یا کسی ایک صحابی کا انفرادی ذکر ہو اور صحابہ کرام کے متعلق ہمارا حسنِ ظن یہی ہے کہ اگرچہ بعض صحابہ کرام سے بعض ایسے امور کا صدور ہوا جو ظاہری صورت میں شر تھے، مگر در حقیقت یا تو ان امور کا صدور اجتہاد سے ہوا یا کسی فساد یعنی، اصرار و عناد کی بناء پر نہ ہوا، بلکہ صحابہ کرام کا مقصد فساد کے بجائے بہتری کا راستہ اختیار کرنا تھا؛ کیوں کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: تمام زمانوں میں سب سے بہتر میرا زمانہ ہے اور آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے کہ: جب میرے کسی صحابی کا ذکر ہو تو اپنی زبان روک کر رکھو؛ اسی وجہ سے جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام فتنہ سیدنا عثمان و سیدنا علی سے قبل بھی عادل تھے اور اسی طرح اس کے بعد بھی عادل ہی تھے؛ کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے کسی کی بھی پیروی کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے۔ اس حدیث کو امام دارمی، ابن عدی اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔

صحابہ کی جنگوں کو درست محمل پر محمول کریں گے:
”شرح عقائد“ میں ہے:

”وما وقع بينهم من المنازعات والمحاربات فله محامل وتاويلات“^(۱)

یعنی جو جھگڑے اور جنگیں صحابہ کرام کے مابین ہوئیں ان کو بہتر تاویلات و محامل پر محمول کریں گے۔

صحابہ کرام کا اختلاف ضروری تھا، اصولی نہ تھا:

”مشکوٰۃ شریف“ کے حاشیہ پر ”مرقاۃ“ سے منقول ہے:

وفيه أن اختلاف الأئمة رحمة للأمة قال الطيبي المراد به اختلاف في الفروع لا في الأصول.^(۲)

(۱)۔۔: (شرح عقائد النسفية مع النبراس، باب: تكف عن ذكر الصحابة الا بخير، ص ۵۲۸)

(۲)۔۔: (مرقاۃ المفاتيح فی شرح مشکاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب الصحابة

، حديث ۶۰۱۸، جلد ۱، ص ۱۶۳)

یعنی، اس حدیث پاک میں یہ بھی ہے کہ ائمہ کا اختلاف امت کے حق میں رحمت ہے۔ امام طہی فرماتے ہیں کہ اس اختلاف سے فروعی اختلاف مراد ہے نہ کہ اصولی اختلاف۔

صحابہ کرام کا اختلاف فقہی اختلاف کی مثل ہے:

نیز اسی میں ہے:

وأما معاوية فهو من العدول الفضلاء والصحابة الا خيار والحروب التي جرت بينهم كانت لكل طائفة شبهة اعتقدت تصويب انفسها بسببها وكلهم متاولون في حروبهم ولم يخرج بذلك احد منهم من العدالة لانهم مجتهدون اختلفوا في مسائل كما اختلف المجتهدون بعدهم في مسائل ولا يلزم من ذلك نقص احد منهم. (1)

یعنی، جہاں تک معاویہ ہیں تو وہ عادل، صاحب فضیلت اور اصحاب خیر میں سے ہیں اور وہ جنگیں جو صحابہ کرام کے مابین ہوئیں اس کا سبب یہ تھا کہ ہر گروہ کو شبہ لاحق تھا کہ وہی حق پر ہے اور چونکہ سبھی جنگ کرنے میں تاویل پر تھے؛ لہذا اس سبب سے کسی کو غیر عادل نہیں کہا جائے گا؛ کیوں کہ ان میں سے ہر ایک مجتہد تھا اور ان کا چند مسائل میں اختلاف ایسے ہی ہے جیسے بعد کے مجتہدین میں بعض مسائل میں اختلاف واقع ہوا؛ لہذا اس سبب سے کسی کی تنقیص جائز نہیں۔

مولیٰ اعلیٰ ہی خلیفہ وقت تھے:

علامہ نووی ”شرح مسلم“ میں فرماتے ہیں:

"وأما علي رضي الله عنه فخلافته صحيحة بالاجماع وكان هو الخليفة في وقته لا خلافة لغيره وأما معاوية رضي الله عنه فهو من العدول الفضلاء والصحابة

(۱)۔: (مراجعة المفاتيح في شرح مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب الصحابة

النجباء" (۱)

یعنی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بالاجماع حق تھی اور آپ ہی خلیفہ وقت تھے۔ آپ کی موجودگی میں کوئی دوسرا خلافت کا حقدار نہیں تھا اور جہاں تک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا معاملہ ہے تو آپ عادل، فضیلت والے اور صاحبِ نجات صحابہ کرام میں سے ہیں۔

بلکہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کمالِ عدالت و قبولِ شہادت و تسلیمِ روایت پر اجماع و اتفاق نقل فرمایا۔
صحابہ کرام اپنے عمل میں معذور تھے:
”شرح مسلم“ میں ہے:

فكلهم معذورون رضى الله عنهم، ولهذا اتفق اهل الحق ومن يعتد به في
الاجماع على قبول شهادتهم، ورواياتهم، وكمال عدالتهم رضى الله عنهم
اجمعين والله اعلم بالصواب۔ (۲)

یعنی، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے معاملات میں معذور تھے؛ اسی وجہ
اہل حق اور جن علماء کا اجماع میں اعتبار کیا جاتا ہے ان سب نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ
صحابہ کرام کی گواہی ان کی مرویات اور ان کی کامل عدالت کو قبول کیا جائے گا۔ رضی اللہ
عنہم اجمعین۔ واللہ اعلم بالصواب۔

صحابہ کا اختلاف، خطا اجتہادی پر مبنی تھا:

”شرح عقائد“ میں فرمایا کہ: یہ اختلاف اجتہاد میں خطا کی وجہ سے تھا۔

اس کے حاشیہ پر ملا عصام نے فرمایا:

والمقصود منه: دفع الطعن من معاوية، ومن تبعه من الاصحاب، وعن طلحة
و الزبير وعائشة رضى الله عنهم، فان الواجب حسن الظن باصحاب رسول الله

(۱)۔: (المنهاج فی شرح صحيح مسلم بن الحجاج، المعروف شرح صحيح مسلم
للنووي، كتاب فضائل الصحابة، جلد ۱۰، ص ۲۵۶)

(۲)۔: (المنهاج فی شرح صحيح مسلم بن الحجاج، المعروف شرح صحيح مسلم
للنووي، كتاب فضائل الصحابة، جلد ۱۰، ص ۲۵۶)

واعتقاد براءتہم عن مخالفة الحق، فانہم اسوة اهل الدين و مدار معرفة الحق والیقین" (1)

یعنی، اس سے اصل مقصود سیدنا معاویہ اور آپ کی پیروی کرنے والے دیگر اصحاب اور سیدنا طلحہ و سیدنا زبیر و سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے طعن کو دور کرنا ہے؛ کیوں کہ تمام اصحاب رسول ﷺ کے متعلق حسن ظن رکھنا واجب ہے اور اسی طرح یہ اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ وہ حق کی مخالفت کرنے سے بری تھے؛ کیوں کہ تمام صحابہ کرام اہل دین کے سردار اور حق و یقین کی معرفت کے مدار المہام ہیں۔

صحابہ کرام کی عدالت پر اجماع ہے:
”نسیم الریاض شرح شفا“ میں ہے:

”فی اصحابی کلہم خیر“ کی شرح میں فرمایا:

فکلہم علماء عدول، کما فی حدیث: خیر القرون قرنی، ثم وثم، وھذا سبب ما حکاہ امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ من الاجماع علی عدالتہم کلہم صغیرہم و کبیرہم (2)

یعنی، تمام صحابہ علماء، عادل ہیں جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: تمام زمانوں میں سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، پھر ان کا جنہوں نے مجھے دیکھا، پھر انکا جنہوں نے مجھے دیکھنے والوں کو دیکھا۔ اسی سبب سے امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ نے چھوٹے بڑے تمام صحابہ کرام کی عدالت پر اجماع نقل کیا ہے۔

صحابہ کی جنگیں دنیاوی اغراض سے پاک تھیں:
پھر اسی صفحہ پر فرمایا:

(وان یلتبس لہم فیما نقل عنہم من مثل ذلک فیما کان بینہم من الفتن)

(1)۔۔: (شروح و حواشی العقائد النسفیہ، حاشیۃ ملا عصام علی شرح العقائد، افضل البشر بعد نبینا، تحت قولہ: لم یکن عن نزاع فی خلافۃ، ج ۵، ص ۱۷۸)

(2)۔۔: (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض، القسم الثانی فیما یجب علی الانام من حقوقہ، الباب الثالث فی تعظیم امرہ، تحت قولہ: فی اصحابی کلہم خیر، جلد ۴، ص ۵۱۹)

کما وقع بین علی و معاویہ رضی اللہ عنہما (احسن التاویلات و المحامل) لانہا امور وقعت باجتهاد منهم، لا لاغراض نفسانیة و مطامع دنیویة کما یظنہ الجہلۃ (و ینخرج اصوب المخارج) بان یحملہ علی امر محمود و یاولہ بما ینخرج عن عدہ من المعایب الی الحاقہ بالمحاسن (اذ ہم اهل ذلک) ای مستحقون بان یحمل ماصدر منهم علی امور حسنة محمودہ^(۱)

یعنی، صحابہ کرام کے حوالے سے فتنوں کے متعلق جو امور منقول ہیں جیسا کہ سیدنا علی و سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان واقعات ہوئے تو ان کی بہتر تاویلات اور بہتر محمل تلاش کئے جائیں گے؛ کیوں کہ وہ امور ان کے اجتہاد کے سبب وقوع پذیر ہوئے۔ ان میں نہ تو نفسانی خواہشات کا دخل تھا اور نہ ہی دنیوی طمع و لالچ شامل تھا جیسا کہ بعض جاہلوں نے ایسا گمان کیا ہے اور صحابہ کرام کے معاملات کی بہتر توجیہ نکالی جائے گی؛ یوں کہ ان کے معاملات کو نیک نیتی پر محمول کریں گے اور ایسی تاویلات پیش کریں گے کہ جس سے ان کی جناب میں گستاخی نہ ہو، بلکہ اس سے بھی ان کی تعریف و ثناء مترشح ہو؛ کیوں کہ وہ اسی بات کے مستحق ہیں یعنی، ان سے جو کچھ صادر ہوا وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ اس کو محض نیک نیتی اور اچھے محمل پر محمول کیا جائے۔

سیدنا معاویہ و دیگر اصحاب کی خطا، عنادی نہ تھی:

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ الربانی کا ارشاد ہے کہ حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا و سیدنا طلحہ و سیدنا زبیر و سیدنا معاویہ و سیدنا عمر و ابن العاص رضی اللہ عنہم کی جو لڑائیاں ہوئیں ان سب میں مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم حق پر تھے اور یہ حضرات خطا پر، لیکن وہ خطا عنادی نہ تھی بلکہ خطا اجتہادی تھی، مجتہد کو اس خطا اجتہادی پر بھی ثواب ملتا ہے۔

ہم کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ محبت رکھنے، ان سب کی تعظیم کرنے

(۱)۔۔ (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض، القسم الثانی فیما یجب علی الانام من حقوقہ، الباب الثالث فی تعظیم امرہ، تحت قوله: وان یلتمس لہم الخ، جلد ۴، ص ۵۱۴)

کا حکم ہے۔ جو کسی صحابی کے ساتھ بغض و عداوت رکھے وہ بد مذہب ہے۔ (مکتوب ۲۶۹ جلد اول صفحہ ۳۳۲ منقول از ارشادات)^(۱)

ان تصریحات سے ظاہر ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں خطا اجتہادی ہوئی، اس اختلاف کے وقت بھی یہ سب عادل تھے۔



پانچواں مقدمہ

(۱)۔۔ مکتوبات شریف کا یہ مقام دیکھا مگر محولہ بالا حوالہ کے مطابق وہاں اس کے بجائے دوسرا مکتوب اسی نمبر سے درج تھا، تلاش بسیار کے بعد مذکورہ مکتوب کا حوالہ ملا جس کا نمبر کچھ اور تھا، معلوم یہ ہوتا ہے کہ مرتب سے سہوا غلط نمبر درج ہو گیا۔ نیز مذکورہ قول بعینہ کتاب سے نقل نہیں کیا گیا بلکہ اس کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ مکتوبات شریف مترجم، مکتوب ۲۵۱، ج ۲، ص ۵۱۰۔

خطا اجتہادی کی بنا پر مجتہد پر اعتراض غلط ہے مجتہد کو بہر صورت نیکی ملتی ہے:

اہل سنت و جماعت کے نزدیک مجتہد مصیب بھی ہوتا ہے اور کبھی منطی بھی اور مذہب مختار یہ ہے کہ مجتہد کو بہر صورت میں اجر ملتا ہے، خواہ اس کا اجتہاد صحیح ہو خواہ اس میں خطا ہو، جس کا اجتہاد صحیح ہو اس کو دواجر ملتے ہیں اور جس کے اجتہاد میں خطا ہو اس کو ایک اجر ملتا ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے ^(۱) دوسری حدیث میں ہے جس کا اجتہاد صواب ہو اس کو دس نیکیاں ملتی ہیں اور جس کے اجتہاد میں خطا ہو اس کو ایک نیکی ملتی ہے۔ ^(۲)

بہر حال تحقیق یہ ہے کہ خطا اجتہادی کرنے والا بھی اجر و ثواب پانے والا ہے، گناہ گار ہر گز نہیں؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان شرعاً جس فعل کا مکلف ہو شریعت کے موافق اس فعل کے کرنے سے انسان کو اجر و ثواب ملتا ہے۔ مجتہد مسئلہ اجتہادی میں اجتہاد کرنے کا مکلف ہے۔ مجتہد نے حسب استطاعت اجتہاد کیا تو شرعاً اس حیثیت سے وہ اجر کا مستحق ہے، خواہ اجتہاد صواب ہو یا خطا؛ اسی لئے کتب عقائد و اصول میں ہے کہ جس مجتہد سے خطا اجتہادی واقع ہو وہ بھی ابتداءً مصیب ہے اس کا طرز استخراج مسئلہ صحیح ہے۔

فریقین کے پاس تاویل صحیح تھی:

چنانچہ سرکارِ غوث اعظم، قطب الاقطاب، حضرت شیخ اشبوخ، محی الدین، عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ ”غنیۃ الطالبین“ میں حضرت مولیٰ علی شیر خدارضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت اور حضرت امیر معاویہ اور ان کی جماعت رضی اللہ عنہم کے متعلق فرمایا:

"فکل ذہب الی تاویل صحیح"

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ مجتہد سے اگرچہ خطا ہو، مگر اس کی تاویل کو صحیح کہا جائے گا اور مجتہد کا عمل اجتہاد صحیح و صواب ہے اگرچہ انتہاءً خطا ہو۔

(۱)۔۔ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب اجر الحاکم

الخ، حدیث ۴۳۵۲، ج ۴، ص ۵۲۲۔

(۲)۔۔ المستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب الاحکام، حدیث ۷۰۰۴۔

سبحان اللہ! اولیاء کے سرتاج حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق کیسا ادب فرمایا کہ ان کے اجتہادی اختلاف کو ایک ہی عنوان سے تعبیر فرمایا یعنی، ہر ایک کی تاویل کو صحیح فرمایا اور یہی شیوہ اکثر محققین کا ہے۔

مسائل اجتہادیہ میں مجتہد حق پر ہوتا ہے:

مسئلہ اجتہادیہ میں ہر مجتہد کو حق پر جانے ہیں اگرچہ مصیب کو ابتدا و انتہا کے اعتبار سے حق پر سمجھتے ہیں اور مخطی کو ابتدا کے اعتبار سے حق پر جانے ہیں، مگر ہر مجتہد کے متعلق حق پر ہونے کی تصریح کرتے ہیں۔

”فتح الباری شرح صحیح بخاری“ میں امام ہامزری سے منقول ہے:

”ان من قال: أن الحق في طرفين هو قول أكثر أهل التحقيق من الفقهاء والمتكلمين وهو مروي عن الأئمة الأربعة، وإن حكى عن كل منهم اختلاف فيه“ (1)

یعنی، بے شک جو یہ کہتا ہے کہ دونوں فریق حق پر تھے تو بعینہ یہی موقف اکثر فقہاء و متکلمین میں سے اہل تحقیق کا ہے اور یہی موقف ائمہ اربعہ سے مروی ہے اگرچہ اس بارے میں تمام ائمہ کا اختلاف بھی مذکور ہے۔

مجتہد کبھی مصیب، کبھی مخطی ہوتا ہے:

اور عقائد نسفی میں ہے: ”المجتهد قد يخطئ ويصيب“ (2)

یعنی، مجتہد سے کبھی خطا واقع ہوتی ہے اور کبھی وہ صواب کو پالیتا ہے۔

مجتہد صواب ہی کا مکلف نہیں:

اس کی شرح میں ہے:

”المختار ان الحكم معين و عليه دليل ظني، ان وجده المجتهد اصاب، وان فقدہ اخطا والمجتهد غير مكلف باصابته، لغموصه وخفائه، فلذلك كان

(1)۔۔ فتح الباری فی شرح صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب اجر الحاكم اذا اجتهد الخ، تحت قوله: عن ابی سلمة عن النبی ﷺ، جلد ۲۴، ص ۱۵۳

(2)۔۔ (شرح عقائد النسفية مع النبراس، المجتهد قد يخطئ وقد يصيب، ص ۵۶۷)

المخطی معذورا بل ماجورا، فلا خلاف علی هذا المذهب فی ان المخطی لیس بآثم^(۱)

یعنی، مختار مذہب یہ ہے کہ حکم معین ہوتا ہے اور اس پر دلیل ظنی موجود ہوتی ہے اگر مجتہد اس دلیل ظنی کو پالے تو وہ درستی کو پہنچ جاتا ہے اور اگر وہ دلیل ظنی نہ پاسکے تو اس سے خطاء سرزد ہو جاتی ہے؛ اسی وجہ سے مجتہد کو حق تک پہنچنے کا مکلف نہیں بنایا گیا؛ کیوں کہ دلیل، غیر واضح اور مخفی ہوتی ہے؛ اسی وجہ سے مجتہد معذور ہوتا ہے بلکہ وہ اجر کا مستحق ٹھہرتا ہے؛ لہذا اس مذہب کے مطابق اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ مجتہد مخطی، گناہ گار نہیں ہوتا۔

مجتہد مصیب کو دوہرا جرم ملتا ہے:

نیز اسی میں ہے:

"قال عليه السلام: ان اصبحت فلك عشر حسنات وان اخطأت فلك حسنة واحدة وفي حديث آخر: جعل للمصيب اجرين وللمخطي اجرا واحدا"^(۲)

یعنی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر تم حق کو پالو تو تمہارے لئے دس نیکیاں ہیں اور اگر تم سے خطا واقع ہو جائے تو تمہارے لئے ایک نیکی ہے۔ جب کہ دوسری حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے مصیب کے لئے دواجر اور مخطی کے لئے ایک اجر مقرر فرمایا ہے۔

”فتح الباری شرح صحیح بخاری“ میں ہے:

"وكلهم متاول ماجورا ان شاء الله فالقاتل والمقتول في النار اذا كان القاتل منها بغير تاويل سائع اما اذا كان صحابييين نامرهما عن اجتهاد و ظن لا صلاح

(۱)۔۔ (شرح عقائد النسفية مع النبراس، تحت قوله: المجتهد قد يخطئ وقد يصيب، ص ۵۶۸)

(۲)۔۔ (شرح عقائد النسفية مع النبراس، المجتهد قد يخطئ وقد يصيب، تحت قوله: والدليل على ان المجتهد

قد يخطئ بوجوه، ص ۵۷۰)

الدين فالمصيب منهم اهل اجران والمخطي له اجرا^(۱)

یعنی، تمام صحابہ کرام اپنے معاملات میں تاویل کرنے والے اور ماجور ہوں گے ان شاء اللہ۔ قاتل اور مقتول کے ناری ہونے کی بات اس صورت میں ہے جب کہ قاتل کے پاس قتال کے جواز کی کوئی دلیل نہ ہو اور اگر آپس میں قتال کرنے والے دو صحابہ کرام ہوں تو ہمارا موقف یہ ہے کہ ان کا قتال اجتہاد اور دین کی اصلاح کی نیت پر مبنی تھا؛ لہذا جو مصیب ہوا وہ دو اجر کا مستحق ٹھہرا اور جو مخطی تھا وہ ایک اجر کا مستحق ہوا۔

جنگوں کے سبب صحابہ کرام پر طعن جائز نہیں:

نیز اسی میں ہے:

"واتفق اهل السنة على وجوب منع الطعن على احد من الصحابة بسبب ما وقع لهم من ذلك، ولو عرف المحقق منهم، لانهم لم يقاتلوا في تلك الحروب الا عن اجتهاد، وقد عفا الله تعالى عن المخطي في الاجتهاد، بل ثبت انه يوجر اجرا واحدا، وان المصيب يوجر اجرين"^(۲)

یعنی، اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحابہ کرام کے مابین جو کچھ واقعات رونما ہوئے ان کے سبب کسی ایک صحابی کو بھی مطعون کرنے سے بچنا واجب ہے اگرچہ وہ مصیب کو جانتا ہو؛ کیوں کہ صحابہ کرام نے یہ جنگیں محض اجتہاد سے کی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے اس سے درگزر کیا جس سے اجتہاد میں خطا واقع ہوئی بلکہ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ مجتہد مخطی کو ایک اجر ملتا ہے جب کہ مصیب کو دہرا اجر دیا جاتا ہے۔

جنگوں میں معصیت و دنیا کا قصد نہیں تھا:

اور ”عمدة القاری شرح بخاری“ جلد اول میں ہے:

"والحق الذي عليه اهل السنة الامساك عما شجر بين الصحابة، وحسن

(۱)۔۔ فتح الباری فی شرح صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب اذا التقى المسلمان

بسیفهما، حدیث ۷۰۸۳، تحت قوله: ولم يرفعہ سفیان، جلد ۲۳، ص ۶۷

(۲)۔۔ (فتح الباری فی شرح صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب اذا التقى المسلمان

بسیفهما، حدیث ۷۰۸۳، تحت قوله: ولم يرفعہ سفیان، جلد ۲۳، ص ۶۷)

الظن بهم، والتاويل لهم، وانهم مجتهدون متاولون لم يقصدوا معصية ولا محض الدنيا، فمنهم المخطئ في اجتهاده، والمصيب، وقد رفع الله الحرج عن المجتهد المخطئ في الفروع، وضعف اجر المصيب، وتوقف الطبري وغيره في تعيين المحق منهم، وصرح به الجمهور، وقالوا ان عليا رضي الله عنه واشياعه كانوا مصيبين اذ كان احق الناس بها، وافضل من علي وجه الدنيا حينئذ⁽¹⁾

یعنی، حق بات وہ ہے جس پر اہل سنت گامزن ہیں وہ یہ کہ صحابہ کرام کے مابین ہونے والے مشاجرات میں کف لسان کریں گے اور ان کے ساتھ حسن ظن رکھیں گے اور ان کے معاملات کی تاویل کریں گے اور یہ عقیدہ رکھیں گے کہ وہ مجتہد تھے اور اپنے معاملات میں تاویل سے کام لینے والے تھے۔ نیز ان کا مقصد نہ معصیت تھا اور نہ ہی ان کے پیش نظر دنیا تھی البتہ ان میں سے بعض سے اجتہادی خطا سر زد ہوئی اور بعض مصیب تھے البتہ اللہ تعالیٰ نے مجتہد مخطئ سے فروعی مسائل میں واقع ہونے والی غلطی سے درگزر کیا اور مصیب کو دوہرا اجر دیا جب کہ امام طبری اور آپ کے علاوہ دیگر محققین نے صحابہ کرام میں سے مصیب کی تعیین میں توقف کیا ہے لیکن جمہور نے مصیب کی صراحت کی ہے اور فرمایا ہے کہ: مولیٰ علی رضی اللہ عنہ اور آپ کا گروہ مصیب تھے؛ کیوں کہ تمام لوگوں میں آپ ہی خلافت کے زیادہ حقدار تھے اور اس وقت روئے زمین کے تمام لوگوں میں افضل تھے۔

نیز اسی میں ہے:

"اما اذا اجتهد وظن الصلاح فيه، فهما ماجوران مثابان، من اصاب فله اجران، ومن اخطا فله اجر، وما وقع بين الصحابة هو من هذا القسم، فالحديث ليس عاما، ومنهما ما قيل: لم منع ابو بكر الا حنف منه، ولم امتنع بنفسه منه؟ واجيب: بان ذلك ايضا اجتهدا، فكان يودى اجتهدا الى الامتناع

(1)۔: (عمدة القارى شرح صحيح البخارى، كتاب الايمان، باب وان طائفتان من المؤمنين، حديث ۳۱، تحت قوله: فالقاتل والمقتول فى النار، جلد ۱، ص ۳۳)

والمنع فهو ايضا مثاب في ذلك" (1)

یعنی، بہر حال جب مجتہد اجتہاد کرے اور اجتہاد سے مقصود خیر و صلاح ہو تو دونوں کو اجر ملتا ہے اور دونوں ثواب کے حقدار ہوتے ہیں، جو اجتہاد میں حق کو پہنچا اس کو دوہرا اجر ملتا ہے اور جس سے اجتہاد میں خطا سرزد ہو اس کو ایک اجر ملتا ہے اور صحابہ کرام کے مابین واقع ہونے والے امور کا تعلق بھی اسی قسم سے تھا؛ لہذا حدیث پاک کا حکم عام نہیں ہے۔

ایک اعتراض:

اگر معاملہ ایسا ہی ہے تو پھر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا خف رضی اللہ عنہ کو جنگ میں شرکت کرنے سے کیوں روکا اور خود کیوں رُکے رہے؟

اس کا جواب:

یہ ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل خود اجتہاد پر مبنی تھا اور آپ کا اجتہاد اسی طرف مائل تھا کہ جنگ میں شرکت سے دوسروں کو بھی منع کیا جائے اور خود بھی شرکت نہ کی جائے؛ لہذا اس سبب سے آپ اپنے اجتہاد میں بھی ثواب کے مستحق ٹھہرے۔

نیز ”فتح الباری“ میں ہے:

"وذهب جمهور اهل السنة الى تصويب من قاتل مع على رضي الله عنه لامثال قوله تعالى: ﴿وان طائفتان من المؤمنين اقتتلوا﴾ (2) ففيها الامر بقتال الفئة الباغية وقد ثبت ان من قاتل عليا كانوا البغاة وهؤلاء مع هذا التصويب متفقون على انه لا يذم واحد من هؤلاء، يقولون: اجتهدوا، فاخطؤوا" (3)

- (1)۔۔: (عمدة القارى شرح صحيح البخارى، كتاب الايمان، باب وان طائفتان من المؤمنين، حديث ۳۱، تحت قوله: فالقاتل والمقتول فى النار، جلد ۱، ص ۳۳۷)
- (2)۔۔: [الجرات الآية ۰۹]
- (3)۔۔: (فتح البارى فى شرح صحيح البخارى، كتاب الفتن، باب قول النبى للحسن بن على، حديث ۷۰۹، تحت قوله: بين فتنين من المسلمين، جلد ۲۳، ص ۱۳۲، ۱۳۳)

یعنی، جمہور اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتال کیا وہ بھی مصیب تھے؛ کیوں کہ انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: اور اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں قتال کریں، پر عمل کیا۔ اس آیت میں باغی گروہ کے ساتھ قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتال کیا وہ باغی تھے اور اس کے باوجود ائمہ کرام کا اتفاق ہے کہ ان میں سے کسی کی بھی مذمت نہیں کی جائے گی بلکہ ائمہ کرام تو یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے بھی اجتہاد کیا لیکن اس اجتہاد میں خطا ہو گئی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف حضرت مولیٰ علی شیر خدارضی اللہ عنہ سے اجتہاد کی بنا پر تھا اور حضرت مولیٰ علی شیر خدارضی اللہ عنہ چوں کہ حق پر تھے اور مجتہد مصیب تھے؛ اس لئے آپ دُورے اجر کے مستحق ہیں اور آپ کے لئے اس اجتہاد حسن میں دس نیکیاں ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ چوں کہ خطا اجتہادی پر تھے؛ لہذا آپ اس خطا اجتہادی میں ایک اجر اور ایک نیکی کے مستحق ہیں، جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی نے فرمایا۔

لہذا جو شخص یہ کہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس خطا اجتہادی میں اجر و نیکی کے مستحق نہ تھے وہ غلطی پر ہے اور اس کا قول، منکر یعنی، قابل انکار ہے۔ خطا اجتہادی کی صورت میں بھی چوں کہ مجتہد کو اجر و ثواب ملتا ہے؛ لہذا اجتہاد میں خطا کرنے والے کو گمراہ نہیں کہا جائے گا، بلکہ فاسق بھی نہیں کہا جائے گا۔

مجتہد مخطی کی تضلیل و تقسیق جائز نہیں

شرح فقہ اکبر میں ہے، "والمخطی فی الاجتہاد لا یضلل، ولا یفسق علی ما علیہ الاعتماد" (۱)

ترجمہ: جس سے اجتہاد میں خطا سرزد ہوئی اسکی تضلیل کی جائے گی نہ تقسیق، یہی بات لائق اعتماد ہے۔

(۱)۔: (منح الروض الاذھر شرح فقہ الاکبر، افضل الناس بعد الخلفاء الاربعہ، تحت قوله: ثم علی بن ابی طالب، ۱۴۳)

امیر معاویہ فاسق نہیں تھے:

نیز اس میں ہے:

"ثم كان معاوية رضي الله عنه مخطيا، الا انه فعل ما فعل من تاويل فلم يصربه فاسقا"^(۱)

یعنی، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی خطا سرزد ہوئی اور آپ سے جو کچھ سرزد ہوا وہ تاویل سے ہی ہوا؛ لہذا اس سبب سے آپ کا فاسق ہونا لازم نہیں آتا۔

خلاصہ کلام:

اس بات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو گمراہ تو درکنہ فاسق بھی نہیں کہہ سکتے، بلکہ وہ جلیل القدر مجتہد صحابی ہیں رضی اللہ عنہ وارضاه عنہ۔

اللہ تعالیٰ ہم اہل سنت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں ادب سے رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ خطا اجتہادی کی بنا پر جو شخص کسی مجتہد پر اعتراض کرے وہ سخت غلطی پر ہے۔

(۱)۔: (منح الروض الازھر شرح فقہ الاکبر، افضل الناس بعد الخلفاء الاربعة، تحت قوله: ثم علی بن ابی طالب، ص ۱۴۸)

چھٹا مقدمہ

مجتہد اپنی اجتہادی خطا پر ثواب و اجر کا مستحق ہے نہ کہ

عتاب کا

مجتہد لائق عتاب ہے مگر۔۔۔!:

مجتہد مصیب کی دلیل جو صواب کی طرف موصل ہے اگر وہ دلیل بین و واضح ہو تو اس صورت میں مجتہد مخطی، قابل عتاب ہے کہ اس نے اجتہاد میں زیادہ کوشش نہ کی۔
”تنقیح و توضیح“ میں ہے:

”المخطی فی الاجتہاد لا یعاقب الا ان یکون طریق الصواب بینا۔^(۱)

یعنی، اگر حق و صواب کی دلیل واضح ہو تو مجتہد مخطی کا مواخذہ ہوگا، ورنہ اس کا مواخذہ نہیں ہوگا۔

مجتہد پر حتی الوسع اجتہاد میں کوشش لازم ہے:

”تلویح“ میں ہے:

”ولا ینسب الی الضلال بل یکون معذورا، و ما جورا، اذ لیس علیہ الابدل
الوسع وقد فعل، فلم یئل الحق لخفاء دلیله، الا ان یکون الدلیل الموصول الی
الصواب بینا، فاخطا المجتہد لتقصیر منه و ترک مبالغۃ فی الاجتہاد فانه یعاقب
(۲)“

یعنی، مجتہد مخطی کو گمراہ قرار نہیں دیا جائے گا بلکہ وہ معذور و ماجور ہوتا ہے؛ کیوں کہ اس کا کام صرف وسعت بھر کوشش کرنا تھا جو اس نے کیا، مگر دلیل کے خفی ہونے کی وجہ سے وہ حق تک نہ پہنچ سکا، البتہ اگر صواب تک پہنچانے والی دلیل واضح ہو اور مجتہد اپنی کوتاہی اور اجتہاد میں مقدور بھر کوشش نہ کرنے کی وجہ سے خطا کرے تو ضرور اس کا مواخذہ ہوگا۔

(۱)۔۔: (تنقیح و توضیح، باب الاجتہاد، ص ۲۶۲)

(۲)۔۔: (شرح تلویح علی التوضیح، باب الاجتہاد، ص ۲۶۲)

اور اگر ایسا ہو کہ دلیل صواب ظاہر نہیں ہے بلکہ خفی ہے تو اس صورت میں مجتہدِ مخطیٰ ہر گز قابلِ عتاب بھی نہیں۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ مسئلہ منازعہ میں ہر طرح حق پر تھے اور آپ کے مقابل صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک اعتبار سے خطا اجتہادی واقع ہوئی، مگر وہ اس خطا اجتہادی کی وجہ سے ہر گز قابلِ عتاب نہیں؛ کیوں کہ دلیل صواب بین و واضح نہ تھی، بلکہ حقیق تھی، مگر مولیٰ علی مشکل کشا شیر خدا رضی اللہ عنہ نے عقل و نقل سے اس دلیل خفی کو جان لیا۔

مولیٰ علی کے پاس علم خفی تھا:

”شرح فقہ اکبر“ میں ہے:

”فظاهر الدلائل یوجب القصاص علی قتل العمد واستیصال شافہ من قصددم امام المسلمین بالاراقۃ علی وجہ الفساد، فاما الوقوف علی الحاق التاویل الفاسد بالصحیح فی حق ابطال المؤخذة، فهو علم خفی فازہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کما ورد عن النبی علیہ الصلاۃ والسلام انه قال له: [انک تقاتل علی التاویل کما تقاتل علی التنزیل] ثم کان قتالہ علی التنزیل حقاً، فکذا اقتالہ علی التاویل حقاً“^(۱)

یعنی، دلائل ظاہرہ سے واضح ہوتا ہے کہ قتلِ عمد پر قصاص لینا اور جن لوگوں نے امام المسلمین کا خون بوجہ فساد بہایا ان کی سرکوبی کرنا واجب ہے اور جہاں تک عدم مواخذہ کے معاملے میں تاویلِ فاسد کو تاویلِ صحیح سے ملانے پر باخبر ہونے کی بات ہے تو یہ ایسا خفی علم ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علی سے ارشاد فرمایا: بے شک تم تاویل پر قتال کرو گے جیسا کہ تم تنزیل پر قتال کرتے ہو، پھر جس طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا تنزیل پر قتال کرنا آپ کے حق پر ہونے کی علامت تھا تو اسی طرح تاویل پر قتال کرنا بھی آپ کے

(۱)۔۔ (منح الروض الاذھر شرح فقہ الاکبر، افضل الناس بعد الخلفاء الاربعہ، تحت

قوله: ثم علی بن ابی طالب، ص ۱۴۸)

حق پر ہونے کی علامت تھا۔

صحابہ کرام پر معاملات مشتبہ ہو گئے:

”نووی شرح مسلم“ میں ہے:

"واعلم ان سبب تلك الحروب ان القضايا كانت مشتبهة، فلهذا اشتبهوا بها، اختلف اجتهداهم، وصاروا ثلاثة اقسام۔۔ فكلهم معذورون رضي الله تعالى عنهم" (ملقطاً) (۱)

یعنی، جان لو کہ ان تمام جنگوں کا سبب یہ تھا کہ معاملات مشتبہ ہو گئے تھے اور معاملات کے شدید اشتباہ کے سبب صحابہ کرام کے اجتہاد میں اختلاف واقع ہو گیا اور صحابہ کرام تین حصوں میں منقسم ہو گئے۔۔ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اپنے معاملات میں معذور تھے۔

خلاصہ کلام:

اس مقدمہ سے واضح ہو گیا کہ حضرت مولیٰ علی شیر خدا اور حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہما، بلکہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مسائل اجتہادیہ میں اختلاف تھا وہ سب کے سب عادل ہیں اور اجر و ثواب کے مستحق ہیں۔ اجتہادی مسائل کی وجہ سے ان کی عدالت میں ہر گز کوئی فرق نہیں آتا، بلکہ جن سے خطا اجتہادی واقع ہو وہ اجر و ثواب کے مستحق ہیں نہ کہ عتاب کے۔

جمعیت اشاعت الفتنہ پاکستان

(۱)۔۔ (المنهاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج، المعروف شرح صحیح مسلم

للمنوی، کتاب فضائل الصحابة، جلد ۱۰، ص ۲۵۶)

ساتواں مقدمہ

جمہور اہل سنت کا اجتہادی غلطی پر اجر و ثواب پر اتفاق
اختلاف کے وقت صحابہ کے تین گروہ تھے:

حضرت علی شیر خدا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما میں اختلاف کے وقت
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تین جماعتیں تھیں۔

ایک جماعت حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی۔

دوسری جماعت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی۔

تیسری جماعت دونوں جماعتوں سے علیحدہ تھی۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تینوں جماعتوں میں مجتہدین تھے۔

پہلی جماعت کے مجتہد صحابہ کی رائے:

پہلی جماعت کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجتہاد تھا کہ ہم حق پر ہیں اور ہمارے
مقابل خطا پر۔

دوسری جماعت کے مجتہد صحابہ کی رائے:

اور دوسری جماعت کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجتہاد تھا کہ ہم حق پر ہیں اور
ہمارے مقابل خطا پر۔

تیسری جماعت کے مجتہد صحابہ کی رائے:

اور تیسری جماعت کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے توقف کیا؛ کیوں کہ ان کے اجتہاد
نے اس مسئلہ میں دونوں جماعتوں میں سے کسی جماعت کے حق پر ہونے کا اس وقت
فیصلہ نہیں کیا۔ ان کے نزدیک یہ امر نہایت مشکل تھا؛ لہذا تیسری جماعت دونوں
جماعتوں سے علیحدہ رہی اور اس جماعت نے فرمایا کہ قتال کے معاملہ میں دونوں
جماعتوں میں سے علیحدہ رہنا واجب ہے۔

تینوں جماعتوں میں سے مولیٰ علی حق پر تھے:

اور حقیقت یہ کہ مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت حق پر تھے، باقی دونوں جماعتوں نے وہ کیا جس کے وہ مکلف تھے۔ خدا عزوجل کی شانِ رحیمی دیکھو کہ اس کے پیارے نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ تینوں جماعتیں آپس میں اجتہاد کی وجہ سے مخالف ہیں، مگر تینوں اجر و ثواب کی مستحق ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ تینوں جماعتیں بلاشبہ جنتی ہیں۔ اور تینوں ہدایت و عدالت پر ہیں۔

اہل حق کا تینوں جماعتوں کے حق ہونے پر اجماع:

”نووی شرح مسلم“ میں ہے:

"واعلم ان سبب تلك الحروب ان القضايا كانت مشبهة فلشدة اشتباها اختلاف اجتهداهم، وصاروا ثلاثة اقسام: قسم ظهر لهم بالاجتهاد ان الحق في هذا الطرف، وان مخالفة باغ، فوجب عليهم نصرته و قتال الباغي عليه، فيما اعتقدوه، ففعلوا ذلك، ولم يكن يحل لمن هذه صفته التاخر عن مساعدة امام العدل في قتال البغاة في اعتقاده، و قسم عكس هولاء ظهر لهم بالاجتهاد ان الحق في الطرف الآخر، فوجب عليهم مساعدته، و قتال الباغي عليه، و قسم ثالث اشتبهت عليهم القضية، و تحيروا فيها، ولم يظهر لهم ترجيح احد الطرفين، فاعتزلوا الفريقين، و كان هذا الاعتزال هو الواجب في حقهم، لانه لا يحل الاقدام على قتال مسلم، حتى يظهر انه مستحق لذلك، ولو ظهر لهؤلاء رجحان احد الطرفين، وان الحق معه، لما جاز لهم التاخر عن نصرته في قتال البغاة عليه، فكلهم معذورون، رضی اللہ عنہم؛ ولهذا اتفق اهل الحق و من يعتد به في الاجماع على قبول شهادتهم و رواياتهم و كمال عدالتهم رضی اللہ عنہم اجمعين" (1)

یعنی، جان لو کہ ان تمام جنگوں کا سبب یہ تھا کہ معاملات مشتبہ ہو گئے تھے اور معاملات کے شدید اشتباہ کے سبب صحابہ کرام کے اجتہاد میں اختلاف واقع ہو گیا اور صحابہ

(1)۔: (المنهاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج، المعروف شرح صحیح مسلم للنووی، کتاب فضائل الصحابة، جلد ۱۰، ص ۲۵۶)

کرام تین حصوں میں منقسم ہو گئے۔ پہلی قسم ان صحابہ کی ہے جن پر اجتہاد کے ذریعہ یہ ظاہر ہوا کہ حق انہی کی طرف ہے اور ان کا مخالف گروہ باغی ہے تو اس قسم کے صحابہ کرام کے اعتقاد کے مطابق اس گروہ کی مدد کرنا اور باغی کے خلاف قتال کرنا واجب ٹھہرا۔ سوانہوں نے ایسا ہی کی؛ لہذا اس صفت کے حامل کسی ایک شخص کے لئے بھی امام عادل کے اعتقاد کے مطابق باغیوں کے ساتھ قتال کرنے میں مدد کرنے میں تاخیر کرنا حلال نہیں تھا۔ دوسری قسم پہلی جماعت صحابہ کے برعکس تھی۔ ان پر اجتہاد سے یہ ظاہر ہوا کہ حق انہی کی طرف ہے؛ لہذا ان پر امام عادل کی مدد کرنا اور باغی گروہ کے ساتھ قتال کرنا واجب تھا۔ تیسری قسم ان صحابہ کرام کی ہے جن پر معاملات مشتبہ ہو گئے تھے اور وہ ان میں حیران و پریشان تھے اور ان پر یہ ظاہر نہیں ہو پا رہا تھا کہ دونوں میں سے کس گروہ کو ترجیح دی جائے نتیجہً انہوں نے دونوں فریق سے علیحدگی اختیار کر لی، اور ان کا یہ علیحدگی اختیار کرنا ان کے حق میں واجب تھا؛ کیوں کہ کسی مسلمان کے قتال پر اس وقت تک اقدام کرنا حلال نہیں جب تک کہ یہ ظاہر نہ ہو جائے کہ وہ اس کا مستحق ہے اور اگر بالفرض ان صحابہ کرام پر کسی ایک فریق کا معاملہ ترجیح پاجاتا اور ان پر ظاہر ہو جاتا کہ حق اسی گروہ کے ساتھ ہے تو ان کا باغیوں کے خلاف امام عادل کی مدد سے بیٹھ رہنا ہرگز جائز نہ ہوتا؛ لہذا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے معاملات میں معذور تھے، اسی وجہ سے اہل حق اور جن علماء کا اجماع معتبر ہے ان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام صحابہ کرام کی گواہی، ان کی مرویات اور ان کی کامل عدالت کو قبول کیا جائے گا، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ایک حدیث اور اس کی تشریح:

بخاری شریف میں حدیث مرفوع ہے:

اذا توجه المسلمان بسيفهما فكلاهما من اهل النار [قیل: هذا القتال، فما بال المقتول؟ قال: انه قد اراد قتل صاحبه۔⁽¹⁾

(1)۔۔ صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب اذا التقى المسلمان بسيفهما، حدیث ۴۰۸۳، ج ۴، ص ۴۳۲۔

یعنی، جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ آمنے سامنے آجائیں تو دونوں جہنمی ہیں، عرض کیا گیا یہ تو قاتل تھا، مقتول کا کیا قصور ہے؟ ارشاد فرمایا کہ مقتول بھی اپنے مقابل فریق کو قتل کرنے کے ارادہ سے آیا تھا۔

اس کے حاشیہ پر ”کواکب الداری شرح بخاری“ سے منقول ہے:

”فان قلت: علی و معاویہ کلاهما کان مجتهدا، غایۃ ما فی الباب ان معاویہ کان مخطئا فی اجتہادہ فله اجر واحد وقد کان لعلی اجران، قلت: المراد بما فی الحديث المتواجہان بلا دلیل من الاجتہاد ونحوه“^(۱)

یعنی، اگر تم یہ سوال کرو کہ سیدنا علی و معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں مجتہد تھے اور اس معاملے میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ سیدنا معاویہ اپنے اجتہاد میں خطا پر تھے اور آپ کو ایک اجر ملا جب کہ سیدنا علی کو دو اجر ملے۔
جوابائیں یہ کہتا ہوں کہ حدیث پاک میں وہ لوگ مراد ہیں جو اجتہاد یا اس جیسی کسی دوسری دلیل کے بغیر آپس میں جنگ کریں۔

صحابہ کرام کی جماعتیں حدیث کی وعید میں شامل نہیں:
نیز اسی میں ہے:

”ثم ان الدماء التي جرت بين الصحابة رضي الله عنهم ليست بدخلة في هذا الوعيد اذ كانوا مجتهدين فيها و كان اعتقاد كل طائفة انه على الحق و خصمه على خلافه، و وجب عليه قتاله ليرجع الى امر الله تعالى، لكن عليا رضي الله عنه كان مصيباً في اجتہاده و خصومه كانوا على الخطاء، و مع ذلك كانوا ما جاورين فيه اجرا واحدا رضي الله عن الصحابة اجمعين، و اما من امتنع او منع فذلك لان اجتہاده لم يؤد الى ظهور الحق عنده، و كان الامر مشكلا عنده، فرأى التوقف فيه

(1)۔۔: الكواكب الدراري في شرح صحيح البخاري، كتاب الفتن، باب اذا التقى المسلمان بسيفهما، تحت قوله: فكلاهما من اهل النار، ج ۲۴، ص ۱۵۹۔

خیراً،^(۱)

فالقَاتِل والمَقْتُول فی النار اذا كان القتال منہما بغير تاویل سائغ اما اذا كان صحابیین فامرہما عن اجتہاد و ظن لاصلاح الدین فالمصیب منہما لہ اجر ان وللمخطی اجر^(۲)

یعنی، وہ خون ریزی جو صحابہ کرام کے مابین واقع ہوئی وہ مذکورہ حدیث کی وعید میں داخل نہیں ہے؛ کیوں کہ صحابہ کرام اس میں مجتہد تھے اور ہر گروہ کا یہ اعتقاد تھا کہ وہی حق پر ہے اور اس کا مقابل باطل پر ہے اور اس پر واجب ہے کہ اپنے مقابل کے ساتھ قتال کرے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے اجتہاد میں مصیب تھے اور آپ کے مقابل خطا پر تھے اس کے باوجود وہ ایک اجر کے مستحق تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ جہاں تک ان صحابہ کرام کا معاملہ ہے جو کسی بھی گروہ کی نصرت سے خود بھی رُکے رہے یا دیگر کو بھی ان جنگوں میں شرکت کرنے سے منع کیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے اجتہاد کے ذریعے ان کے سامنے حق ظاہر نہیں ہوا تھا اور ان کے نزدیک معاملہ مشکل ہو گیا تھا؛ لہذا انہوں نے ان معاملات میں توقف کرنا ہی مناسب سمجھا۔

لہذا قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے جب کہ ان میں سے قاتل کے پاس کوئی جائز دلیل موجود نہ ہو۔ جہاں تک جنگ کرنے والے دو صحابہ کرام کا معاملہ ہے تو ان کا معاملہ اجتہاد اور دینی اصلاح کے گمان پر مبنی تھا؛ لہذا ان میں سے مصیب دواجر کا مستحق ہوا اور مخطی ایک اجر کا مستحق ہوا۔

خلاصہ کلام:

اس مقدمہ سے ظاہر ہے کہ واقعہ جمل و صفین میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جو

(۱)۔: الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب اذا التقی

المسلمان بسیفہما، تحت قولہ: فکلاہما من اهل النار، ج ۲۳، ص ۱۵۹۔

(۲)۔: ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب [وان طائفتان من

المومنین اقتتلوا] حدیث ۳۱، تحت قولہ: فالقاتل والمقتول فی النار، ص ۱۶۹

تین جماعتیں تھیں وہ تینوں جماعتیں اپنے اپنے اجتہادات کی بناء پر مستحق اجر و ثواب تھیں۔ یہ ہی مسلک حق ہے اور اسی پر جمہور کا اتفاق ہے۔

آٹھواں مقدمہ

دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو امیر معاویہ کے اجتہاد پر کامل یقین تھا

مجتہد جب دلیل میں نظر و فکر کرتا ہے اور اس کو اس نظر و فکر سے جس حکم شرعی کا گمان غالب حاصل ہوتا ہے تو مجتہد کے ذمے اس حکم پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے؛ اس لئے کہ اس کے نزدیک وہی شرعی حکم ہے اسی وجہ سے ایک مجتہد کو حکم اجتہادی میں دوسرے مجتہد کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے۔

حصول ظن سے عمل واجب ہو جاتا ہے:

فاضل سیالکوٹی ”حاشیہ خیالی“ میں فرماتے ہیں:

”وذلك لان المجتهد اذا نظر في دليل ظني وحصل له ظن يحكم يجب له العمل بذلك قطعاً“

یعنی، اور یہ حکم اس لئے ہے کہ مجتہد جب دلیل ظنی میں غور کرتا ہے تو اسے ظن ہی حاصل ہوتا ہے جس سے وہ حکم لگاتا ہے؛ لہذا مجتہد کے لئے اس ظن کے سبب حاصل ہونے والے حکم پر قطعی طور پر عمل کرنا واجب ہے۔

اسی میں ہے:

”اما الاولى فلان عقاد الاجماع على ان الحكم المظنون الذي ردی اليه راى المجتهد يجب العمل عليه قطعاً وكثير الاخبار في ذلك حتى صارت متواترة المعنى“

یعنی، جہاں تک پہلے مسئلہ کا تعلق ہے تو اس بات پر اجماع ہے کہ وہ ظنی حکم جس پر مجتہد کی رائے مرتکز ہو چکی ہے، مجتہد کے لئے اس حکم ظنی پر عمل کرنا قطعی طور پر واجب ہے، اس پر بے شمار احادیث دلالت کرتی ہیں جو متواتر المعنی ہیں۔

مجتہد صواب ہی کا مکلف نہیں:

تلوٰتِ حق میں ہے:

"انا لا نسلم ان المجتهد مكلف باصابة الحق بل هو مكلف بالا جتهاد ضرورۃً انه لا يجوز التقليد والاجتهاد حق نظرا الى رعاية شرائطه بقدر الوسع سواء ادى الى ما هو حق عند الله تعالى او خطأ والتكليف به يفيد الاجر وجوب العمل بموجبه فلا يلزم العبث۔^(۱)

یعنی، ہمارے نزدیک مجتہد کا حق کو پالینا مسلمہ امر نہیں، بلکہ وہ صرف اجتہاد کرنے کا مکلف ہے اور یہ حکم اس لئے ہے کہ مجتہد کے لئے تقلید جائز نہیں ہے اور وسعت پر قادر ہونے کی حالت میں شرائط اجتہاد کی رعایت کو مد نظر رکھتے ہوئے اجتہاد کرنا حق ہے، پھر برابر ہے کہ عند اللہ جو بات حق ہے اس تک مجتہد کی رسائی ہو یا اس میں خطا واقع ہو جائے اور جہاں تک مجتہد کو اجتہاد کا مکلف بنانے کی بات ہے تو اس کا فائدہ یہ ہے کہ مجتہد اجر کا مستحق ہوتا ہے اور اس کے موجب پر عمل کے واجب ہونے کا فائدہ حاصل ہوتا ہے لہذا اجتہاد کرنا کوئی عبث والا یعنی عمل نہیں ہے۔

مجتہد پر اپنے ہی اجتہاد پر عمل کرنا لازم ہے:

نیز اسی میں ہے:

"انه يجب على المجتهد العمل باجتهاده ويحرم تقليد غيره"^(۲)

یعنی، مجتہد کے لئے اپنے اجتہاد پر عمل کرنا واجب، اور غیر کی تقلید کرنا حرام ہے۔

فاروق اعظم کا اجتہاد صدیق اکبر کے اجتہاد کے موافق ہو گیا:

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں فرمایا:

"والله لا قاتل من فرق بين الصلوة والزكوة الخ"

یعنی، اللہ کی قسم میں ان لوگوں سے ضرور جنگ کروں گا جو زکاة اور نماز میں

(۱)۔۔ شرح التلویح علی التوضیح، باب الاجتہاد، القسم الثانی، تحت قوله

التکلیف، ص ۲۶۰۔

(۲)۔۔ البیضا۔

فرق کرتے ہیں۔

تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ" (۱)

یعنی، میں نے جان لیا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صحیح استدلال سے قتال کے متعلق جو رائے قائم کی ہے وہ حق ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تقلید کی ہے؛ کیوں کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مجتہد ہیں اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی مجتہد ہیں، ایک مجتہد دوسرے مجتہد کی شرعا تقلید نہیں کرتا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اجتہاد اس بارے میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کے موافق ہوا، اجتہاد میں موافقت اور چیز ہے اور مجتہد کے اجتہاد کی تقلید کرنا اور چیز ہے۔

”ارشاد الساری شرح بخاری“ میں ہے:

"بما ظهر من الدليل الذي اقامه الصديق نصاً و اقامة الحجة لانه قلده في ذلك لان المجتهد لا يقلد مجتهداً" (۲)

یعنی، وہ دلیل جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بطور نص قائم کی اس سے جو ظاہر ہوا (اس سے میں نے جان لیا کہ ان کا موقف حق ہے) یعنی، ایسا نہیں ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تقلید کی تھی؛ کیوں کہ ایک مجتہد، دوسرے مجتہد کی تقلید نہیں کرتا۔

نیز ”ارشاد الساری“ میں دوسری جگہ فرمایا:

"(فَعَرَفْتُ) مِنْ صَحَّةِ احْتِجَاجِهِ (أَنَّهُ الْحَقُّ) لَأَنَّهُ قَلَدَهُ فِي ذَلِكَ لَأَنَّ

(۱)۔۔: صحيح البخاری، كتاب الزکوة، باب وجوب الزکوة، حديث ۱۴۰۰، ج ۱، ص ۴۷۳

(۲)۔۔: ارشاد الساری لشرح صحيح البخاری، كتاب الزکوة، باب وجوب الزکوة، تحت

قوله: فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ، حديث ۱۴۰۰، ج ۳، ص ۵۱۲۔

لمجتہد لا یقلد مجتہدا^(۱)

یعنی، میں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحت دلیل سے جان لیا کہ ان کا موقف حق ہے۔ یعنی، ایسا نہیں ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اس معاملے میں تقلید کی تھی؛ کیوں کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کی تقلید نہیں کرتا۔

مجتہد کی تقلید صرف اسکے مقلد پر لازم ہے:

پھر مجتہد کی تقلید سب مسلمانوں پر لازم نہیں ہے، بلکہ جو اس مجتہد کا مقلد ہے اس پر اس مجتہد کی پیروی لازم ہے۔
”شرح مواقف“ میں ہے:

”ویخرج المجتہد اذ لا یجب اتباعه علی الامة کافة بل علی من قلده
خاصة“^(۲)

یعنی، اس حکم (یعنی تقلید کرنے کے حکم) سے مجتہد خارج ہو جائے گا؛ کیونکہ پوری امت پر مجتہد کی اتباع کرنا لازم و ضروری نہیں ہے بلکہ صرف اس کے اپنے مقلدین پر اس کی اتباع کرنا لازم ہے۔

خلاصہ کلام:

اس سے ظاہر ہو گیا کہ اگر ایک مجتہد کو اپنی خطا اجتہادی کا علم ہو جائے تو ضروری ہے کہ وہ اپنی خطا سے رجوع کرے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرا مجتہد کہ جس کے اجتہاد کا ساتھ اس کا اجتہاد موافق تھا وہ اپنے اجتہاد سے رجوع کرے؛ کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ دوسرے مجتہد کے نزدیک اجتہاد سابق ہی صحیح ہے اور اس پر طریق صواب ظاہر نہیں ہوا۔ مجتہد اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کا مکلف ہے، نہ کہ دوسرے مجتہد کی تقلید کا اور نہ دوسرے مجتہد کے اجتہاد سے رجوع کا۔

(۱)۔۔ ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، کتاب استتابة المرتدین والمعاندين، باب قتل من ابی قبول الفرائض، تحت قوله: فعرفت انه الحق، حدیث ۶۹۲۵، ج ۱۴، ص ۳۳۵۔

(۲)۔۔ (الآیۃ سورہ حدید پارہ ۲۷)

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجتہاد پہلے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد کے موافق تھا؛ لہذا اس وقت وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے پر مکلف تھے اور بعد میں جب کسی دلیل شرعی سے ان کے اجتہاد سابق میں تبدیلی ہوئی تو انہوں نے اپنے اجتہاد سابق سے رجوع کیا اور دوسرے حکم شرعی پر عمل کیا اور ان پر یہی لازم تھا۔

امیر معاویہ کے عدم رجوع پر اعتراض کرنا قلت تدبیر ہے:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اجتہاد سابق پر اس وقت تک قائم رہے جب تک کہ ان کے نزدیک کوئی دلیل ان کے اجتہاد کے خلاف ثابت نہ ہوئی۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر، حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہم کے رجوع سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے رجوع پر مطلقاً انکار کرنا قلت تدبیر پر مبنی ہے۔ ہاں! مجتہد کے رجوع سے اس کا مقلد رجوع کرے گا، مگر مجتہد کے رجوع سے دوسرے مجتہد کا رجوع لازم نہیں۔ ہذا ینبغی ان يفہم المقام۔



نواں مقدمہ

مسلمانوں کو صحابہ کے شرعی اجتہاد سے انکار کا کوئی حق نہیں
صحابہ کرام کے شرعی اجتہاد پر اعتراض کرنا ممنوع ہے:

ایک مجتہد اگر دوسرے مجتہد کی خطا اجتہادی بیان کرے تو مقلد کو مجتہد محضی پر
انکار کرنے کا کوئی حق نہیں ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بعض اجتہادی فرعی مسائل میں
ایک دوسرے کی خطا بیان کرتے، مگر ہم اہل سنت و جماعت کے نزدیک بلا استثناء تمام
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں، ہدایت کے ستارے ہیں۔ ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا
کہ ان کے اجتہاد شرعی پر انکار کریں۔

اسی طرح ائمہ مجتہدین کا آپس میں بعض مسائل فرعیہ میں اختلاف ہے: ایک امام
کے مقلد کو دوسرے امام پر خطا اجتہادی کی وجہ سے انکار کرنے کا حق نہیں حنفی، امام
شافعی پر انکار نہیں کر سکتا۔ اسی طرح کوئی شافعی، امام اعظم پر انکار نہیں کر سکتا، بلکہ
چاروں اماموں مجتہدوں میں سے ایک امام کا مقلد دیگر ائمہ پر انکار کا حق نہیں رکھتا۔

بعض صحابہ نے جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد پر انکار فرمایا تو وہ اس وجہ سے
تھا کہ وہ اجتہاد و انکار کرنے والے صحابی کے گمان میں طریق بین و دلیل واضح کے خلاف
تھا، اگرچہ جن کے اجتہاد پر انکار کیا ہے ان کے نزدیک دلیل بین کے خلاف نہ ہو تو وہ انکار
تاویل پر مبنی تھا۔

جنگوں کو بہتر محال پر محمول کیا جائے:

”شرح عقائد“ میں ہے:

”وما وقع بينهم من المنازعات والمحاربات فله محامل وتاويلات“⁽¹⁾
یعنی، جو جھگڑے اور جنگیں صحابہ کرام کے مابین ہوئیں ان کو بہتر تاویلات و محامل

(1)۔۔: شرح عقائد النسفیہ مع النبراس، باب خلافة خلفاء الراشدين، نکف عن
ذکر الصحابة الا بخير، ص ۵۲۸۔

پر محمول کریں گے۔

سلف کے باہمی انکار کو طعن کی دلیل بنانا درست نہیں:
”تلویح“ میں ہے:

”وما نقل من طعن السلف بعضهم على بعض في مسائلهم الاجتهادية كان مبينا على ان طريق الصواب بين في زعم الطاعن“^(۱)

یعنی، بعض اسلاف کا جو ایک دوسرے پر مسائل اجتہادیہ میں طعن کرنا منقول ہے تو وہ اس بناء پر تھا کہ طاعن کی نظر میں حق واضح تھا۔ (اس وجہ سے انہوں نے اپنے مدِّ مقابل پر طعن کیا)

تو سلف کے ایک دوسرے پر بعض مسائل میں انکار کرنے کو اپنے لئے طعن کی سند بنانا، جمہور اہل سنت کے مسلک سے ناواقفیت کی بناء پر ہے۔ ہم پر تو لازم ہے کہ ہم تمام صحابہ کرام کے متعلق حسن عقیدت رکھیں اور ان پر کسی مسئلہ اختلافی میں ہر گز طعن و انکار نہ کریں، بلکہ ان کا ذکر پاک خیر ہی کے ساتھ کریں، جیسا کہ کتب عقائد و شروح احادیث میں مذکور ہے۔

ابوذر غفاری کی طرف جاہلیت کی نسبت ممنوع ہے:

دیکھئے! نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”انک امرء فیک جاہلیۃ“^(۲)

یعنی، تجھ میں ابھی کچھ زمانہ جاہلیت کا اثر باقی ہے۔

مگر اس سے ہم کو ہر گز حق نہیں پہنچتا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے متعلق اس لفظ کی نسبت کریں۔

انسان سے بعض افعال ایسے صادر ہوتے ہیں کہ جو حقیقت میں معصیت و منکر ہوتے اور بعض افعال ایسے صادر ہوتے ہیں کہ جو حقیقت میں معصیت و منکر نہیں

(۱)۔۔: شرح تلویح، باب الاجتہاد، تحت قوله المخطی فی الاجتہاد لایعاقب، ص ۲۶۲۔

(۲)۔۔: صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب المعاصی من امر الجاہلیۃ الخ،

حدیث ۳۰، ج ۱، ص ۲۳۔

ہوتے، مگر بظاہر معصیت و منکر کی صورت میں ہوئے ہیں؛ لہذا ایسے افعال کو کبھی معصیت و منکر کے عنوان سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ حقیقت وہ افعال نہ معصیت ہوتے ہیں نہ منکر، جیسا کہ روزہ دار بھول کر کھاپی لے تو اس کا یہ فعل معصیت و منکر ہے حالانکہ دونوں حالتوں کے فعل کی صورت ایک ہے، مگر قصد اور عدم قصد کی وجہ سے معصیت ہونے اور معصیت نہ ہونے کا نتیجہ مرتب ہوا۔

حضرت آدم علیہ السلام کو عاصی کہنا کفر ہے:

حضرت سیدنا خلیفۃ اللہ، ابو البشر، آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھول کر شجرہ ممنوعہ سے کھایا اور قرآن پاک میں فرمایا:

"وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ" (1)

حالانکہ یہ حقیقت معصیت نہیں ہے، صورت معصیت کی ہے؛ اس لئے سیدنا آدم علیہ السلام کو عاصی و غادی کہنا شرعاً جائز نہیں بلکہ کفر ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کانچے کو قتل کرنا:

حضرت سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم خداوندی سے نابالغ بچے کو قتل کر دیا تو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فعل کو منکر فرمایا۔ حالانکہ حضرت خضر علیہ السلام کا وہ فعل حکم خداوندی کے عین موافق تھا، مگر چوں کہ فعل بظاہر فعل منکر کی صورت میں تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو منکر فرمایا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے وہ کیا جس کے وہ مامور و مکلف تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ فرمایا جس کے وہ مکلف تھے۔ یہ یقینی بات ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام ہدایت پر تھے کہ وہ رسول معصوم ہیں۔

خلاصہ کلام:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و مجتہدین عظام بلاشبہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نائب ہیں؛ لہذا ان حضرات کے درمیان جو فرعی مسائل میں اختلاف ہے تو اس صورت میں بعض صحابہ، بعض کا تحظیہ کریں ایک دوسرے کے اجتہاد کو منکر فرمائیں تو اس کے یہ معنی

ہر گز نہیں ہیں کہ وہ اجتہاد من کل الوجہ منکر ہے، بلکہ ایک مجتہد کے اعتبار سے منکر ہے اور دوسرے مجتہد کے اعتبار سے منکر نہیں اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ صورت منکر ہے۔

جیسا کہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"وان صدر من بعضهم بعض مافی صورة شر الخ" (1)

یعنی، اگرچہ بعض صحابہ کرام سے بعض ایسے امور سرزد ہوئے جو ظاہری صورت میں شر تھے۔۔۔ الخ

سیدنا امیر معاویہ اجر کے مستحق ہیں:

مجتہد نفس الامر کا مکلف ہی نہیں۔ یہ اور بات ہے کہ جس کا اجتہاد صحیح ہے وہ زیادہ مستحق اجر ہے اور جس کا اجتہاد خطا ہے وہ تھوڑا اجر کا مستحق ہے، مگر نفس اجر دونوں کے ہے، ہدایت سے کوئی بھی خالی نہیں؛ اسی لئے شرح حدیث نے تصریحات فرمائی ہیں کہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خطا اجتہادی کے باوجود اجر کے مستحق تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے مابین جو بعض مسائل فرعیہ میں اختلاف ہوا ہے تو اس اختلاف کو امر محمود پر محمول کیا جائے گا اور اس کی ایسی تاویل کرنا ضروری ہے کہ جس سے ان کی طرف عیب کی نسبت نہ ہو، بلکہ خوبی اور کمال ثابت ہو؛ اس لئے کہ صحابہ کرام نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انوار صحبت سے فیض یاب ہیں؛ لہذا وہ اس کے لائق ہیں کہ ان کے اختلاف و افعال کو امور حسنہ محمودہ پر محمول کیا جائے۔

”شفا شریف“ اور اس کی ”شرح نسیم الریاض“ میں ہے:

"اذ ہم اهل ---- مستحقون بان یحمل ما صدر منهم علی امور حسنة

(1)۔۔: منح الروض الازھر شرح فقہ الاکبر، افضل الناس بعد الخفاء الاربعة، تحت

قوله: لان ذکر الصحابة الا بخی، ص ۱۵۴۔

محمودة الخ" (1)

یعنی، کیوں کہ وہ اسی بات کے مستحق ہیں یعنی، ان سے جو کچھ صادر ہوا وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ اس کو محض نیک نیتی اور اچھے محمل پر محمول کیا جائے۔



(1)۔: (نسیم الرياض فی شرح شفاء القاضی عیاض، القسم الثانی فیما یجب علی الانام من حقوقہ، الباب الثالث فی تعظیم امرہ، تحت قولہ: لا یدکر احد منهم بسوء، جلد ۴، ص ۵۱۴)

دسواں مقدمہ

خلافت راشدہ پر سب کا اتفاق

خلافت راشدہ ترتیب معہود کے مطابق ہے:

حضور نبی اکرم ﷺ کے رحلت فرمانے کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، ان کے بعد حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، ان کے بعد حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، ان کے بعد سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ ان حضرات کی خلافت اس ترتیب سے خلافت راشدہ ہے رضی اللہ عنہم۔

خلیفہ قریش ہی سے ہوگا:

اس قسم کی حدیثیں کہ جن سے اشارہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت ہو کثرت سے ہیں، مگر خلافت پر صریح نص بیان نہ فرمائی۔ جب صحابہ کرام انصار و مہاجرین رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قریش کے فضائل بیان فرمائے اور صحابہ انصار کے مناقب کا بھی اقرار کیا اور حدیث شریف سے ثابت فرمایا کہ خلافت قریش کا حق ہے: لہذا خلیفہ قریشی ہوگا۔

سیدنا ابو بکر کی موجودگی میں کسی نے خلیفہ بننے کی جرات نہ کی:

صحابہ کرام مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تقریر پر تہویر سے متاثر ہوئے۔ اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ: میں تمہارے لئے ان دونوں میں سے یعنی حضرت عمر فاروق اعظم و حضرت امین امت، ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما میں سے ایک کو خلافت کے لئے پسند کرتا ہوں تو ان میں سے جس ایک کو چاہو بیعت کر لو۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بہت وقار تھا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے سے افضل و اعلم برتر و بالا جانتے تھے؛ لہذا حضرت صدیق اکبر کی موجودگی میں کسی دوسرے صحابی کو خلیفہ ہونے کی جرات نہ ہوئی۔

سیدنا ابو بکر کے ہاتھ پر تمام اصحاب نے بیعت کی:

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیارے ہاتھ پر بیعت خلافت کی، پھر مہاجرین و انصار نے بیعت کی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع و اتفاق ہو گیا۔

سیدنا ابو بکر نے اپنی حیات میں خلیفہ کا انتخاب کیا:

اور جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنی حیات ظاہری میں خلیفہ منتخب فرمایا اور مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم سے اس انتخاب کے متعلق فی الجملہ مشورہ بھی کیا اور رحلت فرمانے سے کچھ پہلے حضور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق اپنا عہد نامہ لکھوایا اور اس صحیفہ پر مہر فرمائی اور حکم دیا کہ اس صحیفہ میں جس کا نام خلافت کے لئے منتخب کر لیا ہے اس سے بیعت کریں۔ چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بھی اجماع و اتفاق ہو گیا۔

سیدنا فاروق اعظم نے امر خلافت شوری پر چھوڑا:

جب حضرت فاروق اعظم کے رحلت فرمانے کا وقت قریب آیا تو حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ سے عرض کی کہ آپ خلیفہ کا انتخاب فرمائیں تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں خلیفہ کا انتخاب کروں تو سنت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہے اور اگر میں خلیفہ کا انتخاب نہ کروں تو یہ بھی جائز ہے اور سنت رسول پاک ﷺ ہے؛ لہذا آپ نے خلافت کے مسئلہ کو عشرہ مبشرہ میں سے چھ صحابہ حضرت عثمان غنی، حضرت مولیٰ علی شیر خدا، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کے درمیان شوریٰ چھوڑ دیا، یعنی، ان چھ صحابہ میں سے جس صحابی کو یہ خلیفہ منتخب کر لیں تو وہ میرے نزدیک بھی خلیفہ ہے۔

سیدنا عثمان کی خلافت پر اجماع و اتفاق:

تو ان چھ صحابہ میں سے پانچ نے بالآخر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو خلافت کا معاملہ سپرد کر دیا کہ جس کو وہ خلیفہ بنائیں وہ خلیفہ ہوگا تو حضرت سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب

کر لیا، پھر سب نے حضرت عثمان غنی کے پیارے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کی خلافت پر اجماع و اتفاق کیا۔

سیدنا علی کی بحیثیت خلیفہ تقرری:

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو آپ نے مسئلہ خلافت کے متعلق کوئی فیصلہ نہ فرمایا۔ بعض اکابر مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم نے دیکھا کہ اب سب سے افضل و اعلیٰ اور خلافت کے لئے موزوں مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ ہیں؛ لہذا اکابر مہاجرین و انصار نے حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے بیعت خلافت کی۔ حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ وقت خلافت موجودہ صحابہ میں سے افضل و اعلیٰ ہونے سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی انکار نہ تھا اور نہ مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے ان کا حق بالخلافت ہونے کا کوئی نزاع تھا۔

سیدنا معاویہ نے امر خلافت میں نزاع نہیں کیا:

”فتح الباری شرح بخاری“ میں ہے:

”عن مسلم الخولانی انه قال لمعاوية: انت تنازع عليا في الخلافة، او انت مثله؟ قال: لا، واني لا علم انه افضل مني و احق بالامر، ولكن الستم تعلمون ان عثمان قتل مظلوماً، وانا ابن عمه ووليه اطلب بدمه“⁽¹⁾

یعنی، مسلم خولانی سے ہے انہوں نے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا آپ ان کی مثل ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں اور میں بے شک جانتا ہوں کہ حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ مجھ سے افضل ہیں اور خلافت کے زیادہ حق دار ہیں اور لیکن تم جانتے ہو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مظلوماً قتل کر دئے گئے اور میں ان کے چچا کا لڑکا ہوں اور ان کا ولی ہوں اور ان کے خون کا مطالبہ کرتا ہوں۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

تمت بالخیر

(1)۔۔ فتح الباری، کتاب الفتن، باب قوله کذا، ج ۲۳، ص ۷۲۔۱

ماخذ و مراجع

﴿القرآن الكريم﴾ (کلام باری تعالیٰ)

﴿الصواعق المحرقة في الرد على اهل البدع والزندقة﴾ مؤلف: المحدث الفقيه، احمد بن حجر الهيتمي المكي (م: ۹۷۴ھ)، ناشر: دار الكتب العلمية، بيروت لبنان، الطبعة الثالثة: ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹م

﴿منح الروض الازهر شرح الفقه الاكبر﴾ مؤلف: نور الدين علي بن سلطان محمد القاري الهروي المعروف بملا علي القاري، (م: ۱۰۱۴ھ)، محقق: شيخ مروان محمد الشعار، ناشر: دار النفائس، دمشق سوريا، الطبعة الثانية: ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹م

﴿النبراس مع شرح شرح العقائد النسفية﴾ مؤلف: ابو عبد الرحمن عبد العزيز بن احمد الفرهاروي المملثاني (م: ۱۲۳۹ھ)، ناشر: مكتبة البشري: ۱۴۳۶ھ/۲۰۱۵م

﴿تكميل الايمان﴾ (فارسی)، مؤلف: للشيخ عبدالحق بن سيف الدين الترك الدهلوی البخاری (المتوفى: ۱۰۵۲ھ)، ناشر: الرحيم اكيڈمی، الدكتور عبد الرحمن غضنفر، سن الطباعة، ۱۴۲۱ھ - ۲۰۰۰م

﴿تكميل الايمان﴾ (اردو)، مؤلف: للشيخ عبدالحق بن سيف الدين الترك الدهلوی البخاری (المتوفى: ۱۰۵۲ھ)، مترجم: پيرزاده اقبال احمد فاروقی، ایم اے، ناشر: مكتبة النبوية، سن الطباعة، ۱۳۸۹ھ - ۱۹۷۰م

﴿صحيح البخاری بحاشية الامام السندي﴾ مؤلف: ابو عبد الله محمد بن اسماعيل البخاری (م: ۲۵۶ھ)، ناشر: دار الكتب العلمية، بيروت لبنان، الطبعة الاولى: ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸م

﴿فتح الباری شرح صحيح البخاری﴾، حافظ شهاب الدين احمد بن علي بن حجر العسقلاني، (م: ۸۵۵ھ)، ناشر: مكتبة رشيديه، سرکی رود، کوئٹہ، پاکستان

﴿عمدة القاری شرح صحيح البخاری﴾، بدر الدين ابو محمد محمود بن احمد العيني، (م: ۸۵۵ھ)، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بيروت لبنان، الطبعة الاولى

﴿ارشاد الساری لشرح صحيح البخاری﴾ مؤلف: الامام شهاب الدين ابو العباس احمد بن محمد الشافعي القسطلاني (م: ۹۲۳ھ)، محقق: محمد عبد العزيز الخالدي، ناشر: دار الكتب العلمية، بيروت لبنان، الطبعة الاولى: ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶م

- ❖ الكواكب الدراری فی شرح صحیح البخاری، مؤلف: شمس الدین محمد بن یوسف الکرمانی، (م ۱۰۱۴هـ)، محقق: محمد عبد اللطیف، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان، الطبعة الثانية: ۱۴۰۱/۵۱۹۸۱ م
- ❖ المنهاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج، المعروف شرح صحیح مسلم للنووی، ابوزکریا حی بن شرف الدین النووی (م ۵۷۷هـ)، ناشر: مكتبة نزار مصطفى الباز، الرياض مكة المكرمة، الطبعة الأولى: ۱۴۱۷/۵۱۹۹۶ م
- ❖ مشکاة المصابیح، مؤلف: ابو عبد الله محمد بن عبد الله الخطيب التبريزي (م: ۷۷۱هـ)، محقق: شيخ جمال الدين عيتاني، ناشر: دار الكتب العلمية-بيروت لبنان، الطبعة الخامسة: ۱۴۳۷/۵۱۹۹۶ م
- ❖ مرقاة المفاتيح فی شرح مشکاة المصابیح، مؤلف: نور الدین علی بن سلطان محمد القاری الهروی المعروف بملا علی القاری، (م ۱۰۱۴هـ)، محقق: الشيخ جمال عيتاني، ناشر: مكتبة رشيدية كانسي رود كويتي۔
- ❖ مجمع الزوائد ومنبع الزوائد مترجم، امام نور الدین علی بن ابوبکر هيثمی (م: ۸۰۷هـ)، مترجم: ابو العلاء محمد محی الدین جهانگیر، ناشر: اكبريك سيلرز، باكستان، الطبعة الاولى: ۱۴۲۱/۵۱۹۲۰ م
- ❖ المقاصد الحسنة فی بیان كثير من الاحاديث المشتهرة على الالسنه، الشيخ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السخاوی (م: ۹۰۲هـ)، ناشر: دار الكتب العلمية، بیروت لبنان، الطبعة الثانية: ۱۴۲۷/۵۱۹۰۰ م
- ❖ نسیم الرياض فی شرح شفاء القاضی عیاض، مؤلف: شهاب الدین احمد بن محمد بن عمر الخفاجی المصری (م ۱۰۶۹هـ)، محقق: محمد عبد القادر عطا، ناشر: دار الكتب العلمية، بیروت لبنان، الطبعة الثانية: ۱۴۳۲/۵۱۹۱۱ م
- ❖ شرح الشفاء للقاضی عیاض، مؤلف: نور الدین علی بن سلطان محمد القاری الهروی المعروف بملا علی القاری، (م ۱۰۱۴هـ)، محقق: عبد الله محمد الخليلی، ناشر: دار الكتب العلمية، بیروت لبنان، الطبعة الاولى: ۱۴۲۱/۵۱۹۲۰ م
- ❖ انسان العیون فی سيرة الامین المامون المعروف بسيرة الحلیبة، مؤلف: نور الدین علی بن برهان الدین الحلی الشافعی، (م ۱۰۴۴هـ)، محقق: احمد طعمه حلی،

ناشر: دار المعرفة للطباعة والنشر۔

❖ فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ ، المحدث الفقیہ، احمد بن حجر الہیثمی المکی (م: ۵۹۷۴) ، محقق: محمد مصعب کلثوم، ناشر: دار اللباب ، للدراسات وتحقیق التراث، الطبعة الاولى: ۱۴۳۸ھ / ۲۰۱۷م

❖ الاستیعاب فی معرفة الاصحاب ، ابو عمر جمال الدین یوسف بن عبد اللہ النمري القرطبی المعروف بابن عبد البر (م: ۵) ، محقق: الدكتور خلیل مامون شیخا ، ناشر: دار المعرفة بیروت ، لبنان ، الطبعة الثانية: ۱۴۳۳ھ / ۲۰۱۲م

❖ التلویح فی كشف حقائق التنقیح ، مؤلف: للعلامة سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ الفتتازانی الشافعی، (م: ۵۷۹۲) ، ناشر: المكتبة العصرية، بیروت۔

❖ التوضیح لمتن التنقیح فی اصول الفقه، صدر الشریعة عبید اللہ بن مسعود المحجوبی البخاری الحنفی (م: ۵۷۴۷) ناشر: المكتبة العصرية بیروت۔

❖ العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة ، مؤلف: للامام الحافظ المفتی المجدد احمد رضا خان القادری الہندی ، (م: ۱۳۳۰ھ) ، ناشر: رضاء فاؤنڈیشن، لاہور ، ۱۴۲۷ھ / ۲۰۰۶م

❖ البداية والنهاية ، حافظ مورخ ابو القداء اسماعیل بن کثیر المعروف بابن کثیر (م: ۵۷۷۴) ، محقق: اکرم عبد اللطیف البوشی، ناشر: مكتبة رشيديه كوئته۔

❖ تاریخ الخلفاء ، جلال الدین عبد الرحمن بن ابوبکر السیوطی الشافعی (م: ۵۹۱۱) ، محقق: محمد احمد عیسی، ناشر: دار الغدید الجدید، الطبعة الأولى: ۱۴۳۶ھ / ۲۰۱۵م

❖ جلاء العیون، مؤلف: محمد باقر بن محمد تقی الدین المجلسی، المعروف بملا باقر مجلسی، (م: ۱۱۱۰ھ) ، ناشر: انتشارات علمیه اسلامیه۔

طلاقِ ثلاثہ کا شرعی حکم

مؤلف

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

(رئیس دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

مترتب

حضرت علامہ مولانا محمد عرفان قادری ضیائی مدظلہ العالی

(ناظم اعلیٰ جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

العروة في الحج والعمرة فتاویٰ حج و عمرہ

مؤلف

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی
(رئیس دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

مترتب

حضرت علامہ مولانا محمد عرفان قادری ضیائی مدظلہ العالی
(ناظم اعلیٰ جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

توبین رسالت اور اسلامی قوانین

تالیف

شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق و تخریج

ترجمہ و حواشی

علامہ عبداللہ فہیمی مدظلہ العالی

مفتی ابو محمد اعجاز احمد مدظلہ العالی

تقدیم

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

(شیخ الحدیث و رئیس دارالافتاء جامعۃ النور)

ناشر

جمعیت اشاعتِ اہلسنتِ پاکستان

خُدا جابتا ہے رضائے محمد ﷺ

تالیف

حضرت خواجہ صوفی محمد اشرف نقشبندی مجددی مدظلہ العالی

تخریج و حواشی

شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

(رئیس دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

کی ایک دلکش کاوش

شان الوہیت و تقدیس رسالت کا امینؑ

کوثر و تسنیم سے دھلے الفاظ، مشک و عنبر سے مہکا آہنگ

عشق و ادب کی حلاوتوں کا ماخذ

ترجمہ قرآن

کنز الایمانؑ

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا علیہ الرحمہ

اب پشتو زبان میں دستیاب ہے